ماہنامہ

MAY—1992

اِن شاء اللہ

انجمن طلبہ قدیم جامعۃ الفلاح

کا

پانچواں اجلاسِ عام

۲۸، ۲۹، ۳۰ اکتوبر ۱۹۹۲ء میں مادرِ علمی

جامعۃ الفلاح میں منعقد ہوگا۔

اس موقع سے ایک سمینار بعنوان "ملک و ملت کی تعمیر اور دینی مدارس" بھی منعقد ہوگا۔

تمام طلبہ قدیم سے شرکت کی پرخلوص درخواست ہے۔

ناظم اجلاس

(مولانا) رحمت اللہ اثری فلاحی مدنی

انجمن طلبہ قدیم جامعۃ الفلاح کا ترجمان

ماہنامہ مجلہ

حیاتِ نو

بلریاگنج

جلد: ۷ ذوقعدہ ۱۴۱۲ھ مئی ۱۹۹۲ء شمارہ: ۵

بدل اشتراک	
سالانہ زرتعاون:	۵۰ روپے
طلبہ کیلئے:	۴۰ روپے
خصوصی زرتعاون:	۱۰۰ روپے
اعزازی زرتعاون:	۱۰۰۰ روپے
غیر ممالک سے زرتعاون:	۲۵ امریکی ڈالر
قیمت فی شمارہ:	۵ روپے

اس دائرہ میں سرخ نشان کا مطلب ہے کہ آپ کی مدت خریداری ختم ہوچکی ہے۔ لہذا چندہ جلد روانہ فرمائیں۔

مدیر مسئول

نور محمد فلاحی

مدیر

محمد اسمٰعیل فلاحی

معاون مدیر

عبدالباری اثری فلاحی

سرکولیشن منیجر

محمد اشفاق عالم مفتاحی

آفتاب رحمانی فلاحی

مضمون نگار کی رائے سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے

ترسیل زر کا پتہ:

دفتر ماہنامہ مجلہ "حیاتِ نو" جامعۃ الفلاح بلریاگنج، اعظم گڈھ، یوپی ۲۷۶۱۲۸

نشاط آفسیٹ پریس ٹانڈہ، فیض آباد

نقوش حیات نو

صفحہ

• اداریہ

دل ٹوٹے آواز نہ آئے — محمد اسماعیل فلاحی — ۳

• بحث ونظر

زوجین کے فرائض سے متعلق بعض شرعی احکام کی حکمت — علامہ حمید الدین فراہی — ۸

اہم تاریخی ماخذ جس کو نظر انداز کر دیا گیا۔ — احمد ابن ترجمانی ضیاء الدین عادل — ۲۵

• انٹرویو

پیرس میں ڈاکٹر حمید اللہ سے وزیر اعظم نواز شریف کی ملاقات — محمد صلاح الدین — ۱۵

• تعلیم وتعلم

توجہ مطلوب ہے — عبد البر اثری فلاحی — ۳۰

• شعر ونغمہ

حسرت طیبہ — عطا عابدی — ۳۲

غزلیں — شمس رمز گروی، ادریس ضیاء — ۳۲

• تعارف وتبصرہ

نصوص من الحدیث النبوی الشریف — عبد البر اثری فلاحی — ۳۸

• اخبار علمیہ

الیکٹرانک مترجم، اسلامی آثار کا تحفظ، اعتراف حقیقت، — ابن العلم فلاحی — ۴۴

• جامعہ کے لیل ونہار

جمعیۃ الطلبہ کا انتخاب، سیمینار کمیٹی کا اجلاس، رپورٹیں، — نور محمد فلاحی — ۴۸

اداریہ

محمد اسماعیل فلاحی

دل ٹوٹے آواز نہ آئے

چندہ وصول کرنا ہر کس وناکس کے بس کی بات نہیں۔ اس حوصلہ شکن اور صبر آزما کام کیلئے بڑا دل گردہ اور بڑی ہمت درکار ہے۔ جامعہ کی سفارت پر جانے کا اتفاق ہوتا رہتا ہے۔ پچھلے دنوں رمضان میں ایک بڑے شہر جانا ہوا۔ مختلف مدارس ومکاتب سے آئے ہوئے سفیروں کی بھیڑ نظر آئی، چہرے سے مسکینی ٹپکتی ہوئی، ہاتھ میں بیگ اٹھائے رسیدوں بک، ڈرامے ملیں، ریلوں میں، فٹ پاتھ پر دوڑ پار کرتے ہیں، ادھر سے ادھر آتے جاتے دیکھا۔ بعض گھروں، دکانوں اور کارخانوں کے سامنے اس طرح سے جیسے سائلوں کی قطاریں، جہاں لوگ عزت سے پیش آتے، وہیں تحقیر وتذلیل کی بھی بے شمار مثالیں دیکھنے میں آئیں۔ کتنے چندہ دینے والے جھڑک رہے اور گھور رہے ہیں، آنکھیں دکھا رہے اور منہ بنا رہے ہیں اور یہ رسید کا کشکول پھیلائے کھڑے ہیں، یہ جواب تو اکثر انہیں ملتا شام میں آئیے، شام میں گئے تو صبح آئیے، رکن دن صبح وشام کرنے کے بعد پھر کہیں جاکر رسید کٹنے کی نوبت آئی۔

میرے ایک عزیز نے بہت پہلے اپنی دکان پر آنے کی دعوت دے رکھی تھی، دو بجے دن میں تھکا ماندہ وہاں پہنچا، چار پانچ نوجوان دکان میں تھے جن میں داعی کے صاحبزادے بھی تھے، نہ وہ سب مجھے جانتے تھے اور نہ میں کسی کو پہچانتا تھا، دکان میں داخل ہوتے ہی اس طرح سے استہزاء کا انداز سامنے آیا جیسے وہ کوئی آسمانی مخلوق ہوں اور یہ نووارد کوئی ارضی مخلوق، ایک طرف روزہ، دوسری جانب چلچلاتی دھوپ اور تیسری جانب یہ انداز، طبیعت بھنا گئی اور بادجود کہ چند منٹوں بعد تعارف ہونے پر ان کے ہاتھوں کے طوطے اڑ چکے تھے، چہرے سے پشیمانی ظاہر تھی طبیعت نے گوارا نہ کیا کہ ایک منٹ بھی ٹھہرا جائے۔

ایک ڈاکٹر صاحب کے مطب پر گیا، ڈاکٹر صاحب اکیلے بیٹھے تھے، دیکھتے ہی برس پڑے، اس وقت نہیں، عرض کیا ڈاکٹر صاحب بات تو سن لیجئے، ڈاکٹر صاحب کا لہجہ سخت ہو گیا اور نہیں

کچھ نہیں، اس وقت چلے جائیے۔ افطار کے بعد، بڑے ادب سے پوچھا، ڈاکٹر صاحب آپ یہاں کیوں تشریف رکھتے ہیں؟ یہ بورڈ کس نے لگا رکھا ہے؟ اور مریضوں کے ساتھ یہ انداز؟؟

میرے ایک عزیز اور معزز میزبان اور چمڑے کے اچھے تاجر جناب ذکی حسن بھائی ہیں ایک روز انہوں نے اپنا واقعہ سنایا کہ انہیں ایک صاحب کو چیک (CHEQUE) دینا تھا، وہ انکی دکان پر پہنچے، ان کے صاحبزادے جو انہیں پہچانتے تھے، نظر نہیں آئے، ایک بڑے میاں موجود تھے انہوں نے لمبی داڑھی، لمبا کرتا، لنگی اور بیگ دیکھا، سمجھے ہو نہ ہو کسی مدرسہ کا سفیر ہے کہنے لگے،، ابھی نہیں فلاں تاریخ کو، یہ مسکرائے اور کہا، بڑے میاں...، بڑے میاں نے بات کاٹی، بگڑ کر بولے،، کہتا ہوں چلے جاؤ، فلاں تاریخ کو آنا، ابھی کچھ نہیں ملتے،، ذکی بھائی نے بیگ کھول کر چیک نکالنا چاہا، وہ سمجھے رسید نکال رہا ہے، بس اب کیا تھا، آواز زیادہ بلند ہو گئی، انکے صاحبزادے اوپر سے آواز سن کر دوڑے آئے، انہیں دیکھا تو لگے معذرت کرنے اور بڑے میاں کی حالت ایسی ہوئی جیسے کاٹو تو خون نہیں۔

پوری ملت مدارس و مکاتب کے انتظام و انصرام کی ذمہ دار ہے، یہ وہ ادارے ہیں، تعمیر ملت جن کا وظیفہ ہے، ملت انکی احسانمند ہے، یہ قال اللہ اور قال الرسول کی صدائیں بلند کرتے ہیں، یہ رسول ﷺ سے نسبت رکھنے والی درسگاہیں ہیں، ان میں تعلیم دینے والے اور تعلیم پانے والے وہ ہیں، فرشتے جن کے لئے پر بچھاتے اور سمندر کی مچھلیاں جن کیلئے دعائیں کرتی ہیں یہ ہیں وہ عظیم درسگاہیں، جنکے نمائندے آپ کے پاس پہنچتے ہیں اور آپ کے پاس پہنچ کر آپ کا کام ہلکا کر دیتے ہیں، کیونکہ حقدار کا پتہ لگانا اور ان تک پہنچانا آپ کی ذمہ داری ہے وہ پہنچ کر آپ کا کام آسان کرتے ہیں، اس پر آپ کو انکا احسان مند ہونا چاہیئے۔

آپ انکی مسکین صورت نہ دیکھئے، ان کے لباس پر نہ جائیے، یہ دیکھئے کہ وہ درسگاہ رسول ﷺ کے نمائندے ہیں، انہوں نے اپنے کو گلشن رسول کی آبیاری کیلئے وقف کیا ہے، گھر کا آرام تج کر، بال بچوں کی محبت قربان کر کے، وہ آپکے پاس پہنچے ہیں، وہ قدر کے مستحق ہیں، حقارت کے نہیں، محبت کے حقدار ہیں، نفرت کے نہیں، انکی عزت سے کھیل کر، انہیں اپنے سے فروتر خیال کر کے اور ان سے نامناسب طرز عمل اختیار کر کے درسگاہ رسول کے تقدس کو پامال نہ کیجئے

اگر آپ کسی وجہ سے دست تعاون نہیں بڑھا سکتے تو کم از کم انکی حرمت سے کھیل نہ کیجئے، ان کے وقار کو ٹھیس نہ پہنچائیے اور انکے دل کو زخمی نہ کیجئے۔

دل کا حال تو اللہ جانتا ہے، لیکن جہاں تک ظاہر میں نگاہوں کا تعلق ہے، مدارس کے یہ ان چندہ وصول کرنے والوں میں کتنے ایسے ہوتے ہیں جو معاشی اعتبار سے، خاندانی پہلو سے علم و عمل کے لحاظ سے اور عوام میں اثر و رسوخ کے اعتبار سے، کسی پہلو سے بھی چندہ دینے والوں سے کم نہیں ہوتے، یہ تو انکی دینی محبت ہوتی ہے جو انہیں مجبور کرتی ہے کہ یہ ناخوشگوار فریضہ انجام دیں۔

سوال یہ کہ آپ بُرا کیوں مانیں، کیا آپ اپنی جیب سے دیتے ہیں یا چندہ وصول کرنے والوں کی جیب میں ڈالتے ہیں؟ آپ جو کچھ دیتے ہیں کیا وہ خالصۃً لوجہ اللہ نہیں ہوتا؟ اللہ نے آپ کو زائد از ضرورت مال دے کر آزمایا ہے، وہ آپ کے پاس امانت ہے، امانت کو حقدار تک پہنچانا آپ کی ذمہ داری ہے، آپ چندہ وصول کرنے والوں کو نہیں دیتے وہ تو بیچ کا واسطہ ہیں، زکوٰۃ تو ہر صورت میں ادا کرنی ہے اس کے بغیر ایمان ہی مکمل نہیں ہوگا۔ زکوٰۃ روک لینے والوں سے حضرت ابو بکرؓ اور تمام صحابہ کرامؓ نے اس طرح جنگ کی ہے جیسے کفار سے جنگ کی جاتی ہے، نماز اور زکوٰۃ میں تفریق کرنے والا مومن کیسے ہو سکتا ہے، جو لوگ مال اکٹھا کرتے ہیں اور خرچ نہیں کرتے، قرآن وعید سناتا ہے۔

وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿٣٤﴾ يَّوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوْبُهُمْ وَظُهُوْرُهُمْ هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ ﴿٣٥﴾

(سورۃ التوبہ۔ ۳۴، ۳۵)

اور وہ لوگ جو سونا چاندی کا ذخیرہ اکٹھا کرتے رہتے ہیں اور اللہ کی راہ میں اسے خرچ نہیں کرتے انہیں دردناک عذاب کی خوشخبری سنا دیں جس دن سونے چاندی کا ڈھیر دوزخ کی آگ میں تپایا جائیگا اور اس سے انکی پیشانیاں، پہلو اور پیٹھیں داغی جائینگی، یہ ہے جو تم نے اپنے لئے ذخیرہ کیا تھا سو چکھو جسے تم ذخیرہ کرتے رہے ہو۔

جہنم میں جانے والے جہنم میں پڑنے کا سبب بتائیں گے۔

قَالُوا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّينَ ۝ وَلَمْ نَكُ نُطْعِمُ الْمِسْكِينَ ۝ وَكُنَّا نَخُوضُ مَعَ الْخَائِضِينَ ۝ وَكُنَّا نُكَذِّبُ بِيَوْمِ الدِّينِ ۝ حَتَّىٰ أَتَانَا الْيَقِينُ ۝ (المدثر ۴۳ تا ۴۷)

وہ کہیں گے ہم نماز پڑھنے والوں میں سے نہ تھے اور نہ مسکین کو کھانا کھلاتے تھے اور کٹ حجتی کرنے والوں کے ساتھ کٹ حجتی کرتے تھے اور جزاء سزا کے دن کو جھٹلاتے تھے یہاں تک کہ ہمیں موت آگئی۔

آپ کو تو یہ امانت اس طرح ادا کرنی ہے کہ بڑائی کا جذبہ آپ کے دل میں نہ ہو، کسی طرح کا بدلہ وشکریہ نہ چاہتے ہوں۔ قرآن ایسے مومنوں کی تصویر یوں کھینچتا ہے۔

وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلَىٰ حُبِّهِ مِسْكِينًا وَيَتِيمًا وَأَسِيرًا ۝ إِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللَّهِ لَا نُرِيدُ مِنكُمْ جَزَاءً وَلَا شُكُورًا ۝ إِنَّا نَخَافُ مِن رَّبِّنَا يَوْمًا عَبُوسًا قَمْطَرِيرًا (الدھر ۸ تا ۱۰)

وہ مسکین، یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے تھے اس کی محبت میں اس جذبہ کیساتھ کہ ہم تمہیں صرف اللہ کی رضا کیلئے کھلاتے ہیں تم سے کوئی بدلہ اور شکریہ نہیں چاہتے ہم اپنے رب کی طرف سے ایک سخت اور طویل دن سے ڈرتے ہیں۔

قرآن اسی انفاق کو انفاق تسلیم کرتا ہے جس میں احسان نہ جتایا جائے اور کوئی دل آزار بات نہ کی جائے۔

الَّذِينَ يُنفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ثُمَّ لَا يُتْبِعُونَ مَا أَنفَقُوا مَنًّا وَلَا أَذًى لَّهُمْ أَجْرُهُمْ عِندَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۝ قَوْلٌ مَّعْرُوفٌ وَمَغْفِرَةٌ خَيْرٌ مِّن صَدَقَةٍ يَتْبَعُهَا أَذًى وَاللَّهُ غَنِيٌّ حَلِيمٌ

وہ لوگ جو مال راہ خدا میں خرچ کرتے ہیں پھر خرچ کرنے کے بعد نہ احسان جتاتے اور نہ دل آزاری کرتے ہیں بیشک انکے رب کے پاس انکا اجر ہے نہ انکے لئے کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہونگے۔ دلداری کا ایک کلمہ کہہ دینا اور عفو ودرگذر سے کام لینا اس صدقہ سے بہتر ہے جس کے ساتھ دل آزاری ہو۔ اللہ بے نیاز اور بردبار ہے۔

البقرۃ ۲۶۲ - ۲۶۳

یہ تو راہ خدا میں عام انفاق کا معاملہ ہے، رمضان میں عام طور سے جو انفاق ہوتا ہے وہ زکوۃ ہوتی ہے اور زکوۃ فرض ہے، اسے ہر صورت میں نکالنا اور مستحقین تک پہنچانا ہے۔ اس میں تو ہونا یہ چاہئے کہ آپ ہی نگاہیں انکا استقبال کر رہی ہوں، آپ مسکراتے چہرے سے ملیں اور آپ کی زبان سے پھول جھڑیں

آپ اگر مدد کی پوزیشن میں نہ ہوں تو خندہ پیشانی کے ساتھ خوبصورت انداز میں معذرت کر دیجئے، برا بھلا اور غصہ کرنا آپ کے شایان شان نہیں، آپ ان اسلاف کے اخلاف ہیں جو بھوکے بچوں کو بھوکا سلا کر مہمان کو کھلانے اور قرض لیکر سائل کی مدد کرنے میں فرحت محسوس کرتے تھے۔ وَأَمَّا السَّائِلَ فَلَا تَنْهَرْ (الضحیٰ ۱۰) اور رہا سائل تو اسے نہ جھڑکو۔

کہا جا سکتا ہے کہ کبھی کبھی بعض افراد فرضی مدارس کا چندہ وصول کرکے لے جاتے ہیں اس کی تحقیق ضرور کیجئے لیکن شائستہ طریقہ سے خیال رہے کہ کسی کے ساتھ ظلم نہ ہوجائے۔ اس کے لئے مناسب ہوگا کہ ہر شہر اور ضلع کے پیمانہ پر ذمہ دار افراد کا ایک بورڈ ہو جو ان سارے مدارس اور ان کے سفراء کے تعلق سے تحقیق کرکے اپنے عوام کو صحیح صورت حال سے آگاہ کرے۔

پروفیسر غلام اعظم (امیر جماعت اسلامی بنگلہ دیش) کی رہائی کا مطالبہ

ریڈیو اور اخبارات سے اطلاع ملی ہے کہ

جماعت اسلامی بنگلہ دیش کے امیر پروفیسر غلام اعظم کو ۲۴ مارچ ۱۹۹۲ء کو گرفتار کیا گیا ہے اور ۲۶ مارچ ۱۹۹۲ء کو انکے خلاف ایک عوامی عدالت میں مقدمہ چلایا جائے گا۔ الزام یہ لگایا جا رہا ہے کہ بنگلہ دیش کی جدوجہد آزادی کے دوران ۱۹۷۱ء میں بنگلہ دشمنوں کا جو قتل عام ہوا اس میں انکا ہاتھ ہے حالانکہ بنگلہ دیش کے حالات یہ اشارہ دیتے ہیں کہ وہاں کی حکومت پر اسلام مخالف اور وطن دشمن قوتوں کا دباؤ بڑھتا جا رہا ہے اور وہ ان کے سامنے گھٹنے ٹیک دیتی ہے۔ یہ بات بھی ڈھکی چھپی نہیں ہے کہ اسلام مخالف عناصر پہلے ہی انکو ملک سے باہر کرنے کا مطالبہ کر رہے تھے۔ وزیر اعظم خالدہ ضیاء کے امریکہ کے دورے سے واپسی پر حکومت بنگلہ دیش کا یہ فیصلہ مسئلہ کی سنگینی کو اور بڑھا دیتا ہے۔ کیونکہ امریکی لیڈروں نے "اسلامی بنیاد پرستی" کے خلاف جو مہم اس وقت چھیڑ رکھی ہے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔ لہذا ہم حکومت بنگلہ دیش سے یہ مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ اسلام دشمنوں کے بہکاوے میں نہ آئے، بلکہ عدل وانصاف سے کام لیتے ہوئے فوراً پروفیسر غلام اعظم صاحب (امیر جماعت اسلامی بنگلہ دیش) کو رہا کرے۔ اور اسلام دشمن قوتوں کو ناکام بنادے۔

سکریٹری انجمن طلبہ قدیم۔

علامہ حمید الدین فراہیؒ

زوجین کے فرائض سے متعلق بعض شرعی احکام کی حکمت

[یہ تحریر ترجمان القرآن علامہ حمید الدین فراہی رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا شبلی نعمانی کی فرمائش پر بصورت خط ارسال کی۔ تحریر عربی میں تھی، ترجمہ ڈاکٹر شرف الدین اصلاحی صاحب نے کیا ہے۔ افادہ عام کی غرض سے شکریہ اشراق لاہور نذر قارئین ہے۔ ادارہ]

(میں نے اسے اپنے علامہ استاد کو بھیجا جب انہوں نے مجھ سے اس مسئلے کے متعلق سوال کیا)

پہلا مقدمہ:

(ان امور کے بارے میں جو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر اپنی بیویوں سے معاملت کے سلسلے میں واجب کیے ہیں)

اللہ تعالیٰ نے بلا تخصیص مسلمانوں پر یہ باتیں فرض کی ہیں: عدل و انصاف کا قیام، احسان، بے شرمی اور فساد سے اجتناب۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: (بے شک اللہ حکم دیتا ہے عدل کا اور احسان کا اور قرابت دار کو دینے کا، اور منع کرتا ہے بے شرمی، برائی اور نافرمانی سے) اور اس کے بارے میں بہت سی آیتیں ہیں۔ اور عدل اور احسان کا ایک موقع زوجین کی باہمی معاشرت بھی ہے۔ لہٰذا ان پر فرض کیا احسان اور اصلاح اور اللہ کا ڈر، اپنے اس قول سے: (اور اگر تم احسان کرو اور تقویٰ اختیار کرو) (آیات ۱۲۸، ۱۲۹ سورہ نساء)۔ تو یہ مقصود بالذات ہے اور اسی لئے ایک بیوی پر اکتفا کو فرض قرار دیا اپنے اس قول سے: (پس اگر تم کو اندیشہ ہو کہ تم عدل نہ کر سکو گے تو پھر ایک پر بس کرو) (آیت ۳ سورہ نساء)، اور وعظ اور کچھ مدت کے لئے بستروں میں علیحدگی کی ہدایت کی، اپنے اس قول سے: (اور تم ہرگز عدل نہ کر سکو گے عورتوں کے درمیان چاہے تم اس کے خواہاں ہو، پس بالکل ہی ایک طرف نہ جھک جاؤ کہ چھوڑ دو اس کو لٹکا ہوا ....) اور موقع محل دیکھ کر مارنا، جیسا کہ حدیث میں ہے، اور یہ بات قرآن سے بھی معلوم ہوتی ہے، اس لئے کہ بے جا مارنا صلح اور انصاف پسندی کے منافی ہے، اور مرد اور عورت کے خاندان سے ثالث

بنانا اور پھر پانچ طریقے سورہ نساء کی آیات ۳۴۔۳۵ میں بیان ہوئے ہیں، اور مصالحت اور ان تمام طریقوں کو ختم کر لینے کے بعد علیحدگی، جیسا کہ سورہ نساء کی آیت ۱۳۰ میں ذکر فرمایا۔ اور عام مسلمانوں پر ہر حال میں چار بیویوں پر اکتفا کی پابندی عائد کر دی۔ اور یہ سب اس لئے تاکہ بیوی اور شوہر دونوں حدود اللہ پر قائم رہ سکیں اور بے حیائی، نافرمانی اور فساد سے بچیں۔ حاصل یہ کہ مرد پر حسن خلقی اور مہربانی واجب کی اور عورت پر اطاعت اور غیب کی حفاظت فرض کی، جیسا کہ ارشاد باری ہے: (مرد عورتوں پر قوام ہیں الآیہ)

دوسرا مقدمہ:

(وہ احکام جو مقصود بالذات ہیں اور وہ احکام جو مقصود بالذات نہیں، انکے باہمی فرق کے بارے میں)

جو کچھ ہم نے بیان کیا اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ بعض احکام ایسے ہیں جو مقصود بالذات نہیں ہیں بلکہ ان کا مقصد کسی ایسی خرابی کی اصلاح ہوتا ہے جو نفع اور ضرر کے پہلوؤں کو جانتا کسی حکم سے پیدا ہوتی ہے۔ اس لیے کہ اکثر چیزوں میں فوائد اور نقصانات جمع ہوتے ہیں۔ ان میں افراط اور تفریط پائی جاتی ہے۔ اس کے لئے اللہ تعالیٰ نے شریعت کے قواعد و ضوابط نازل فرمائے تاکہ نفع کی باتوں اور ضرر کی باتوں کی اصلاح کی جا سکے۔ اور بعض احکام کو بعض احکام کے ساتھ ملا کر راستے کو سیدھا کیا جا سکے۔ اور اسی بات سے تعلق رکھتے ہیں وہ چھ امور جن کا ہم نے ذکر کیا اور جن کی عورتوں کے ساتھ معاشرت میں اجازت دی گئی ہے، مثلاً مارنا، علیحدہ رکھنا وغیرہ۔ اس لئے کہ نکاح میں کھلے بے شمار فائدے ہیں، اور اس کے ساتھ ہی اس میں مختلف طبیعتوں اور متضاد رجحانات کی یکجائی ہوتی ہے۔ خاص کر جب زیادہ بیویاں ہوں۔ اور یہ بھی معلوم ہے کہ کچھ خاص مصالح ہیں جن کی وجہ سے نکاح کی اجازت دی گئی ہے، جیسے پاک دامنی، یتیموں کے ساتھ انصاف اور فی الجملہ عورتوں کی کفالت۔ پس ضروری ہوا کہ ایسے قوانین وضع کیے جائیں جو انکی خرابیوں کی اصلاح کر سکیں۔

تیسرا مقدمہ

(وہ احکام جن کا نافذ کرنا مقصود ہوتا ہے اور وہ احکام جن کی محض تشریع مقصود ہوتی ہے، ان کے باہمی فرق کے بارے میں)

وہ احکام جو مقصود بالذات نہیں ان کی بھی دو قسمیں ہیں: (۱) جن پر عمل کرنا مقصود ہے جیسے یتیموں

کے ساتھ عدل کے لئے ایک سے زیادہ بیویوں کی اجازت، اور جیسے چار بیویوں پر اضافہ کی حرمت: اور جیسے اللہ کی راہ میں جنگ وغیرہ۔ (۲) احکام کی دوسری قسم وہ ہے جس کا تمام تر مقصد یہ ہے کہ لوگوں کو اسکی تشریع کا علم ہو تاکہ اس کا مجرد علم تقوی کا سبب بنے، جیسے کہ شارع نے قسم کے ذریعہ قسم کو دور کرنے کا حکم دیا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

(یہ اس سے قریب تر ہے کہ وہ شہادت کو اس کے طریقہ پر ادا کریں یا انہیں اس کا ڈر ہو کہ قسمیں رد کر دی جائیں گی انکی قسموں کے بعد، اور ڈرو اللہ سے اور بات سنو)

اور اسی قبیل سے ہے قصاص کی تشریع، اور مہر تعزیر کی تشریع۔ اس لیے کہ اس کا تمام فائدہ یہی ہے کہ لوگوں کے دلوں میں خوف پیدا کیا جائے۔ اور اسی قبیل سے طلاق اور خلع کی تشریع بھی ہے اس لئے کہ زوجین کو جب یہ علم ہوگا کہ ان میں سے ہر ایک کے لئے گلو خلاصی کا راستہ اور گنجائش موجود ہے، تو وہ اپنی آزادی اور خود مختاری پر قائم رہتے ہوئے ایک دوسرے کے ساتھ مدارات اور حسن سلوک سے پیش آئیں گے، اس ڈر سے کہ کہیں ازدواجی زندگی کے فائدے سے مفقود نہ ہو جائیں اور خلع کی وجہ سے مرد کو اور طلاق کی وجہ سے عورت کو خرابی سے دوچار نہ ہونا پڑے۔ لہذا اصل مصلحت طلاق اور خلع کے واقع کرنے میں نہیں ہے، بلکہ اس علم میں ہے کہ اسکی اجازت ہے۔ اس لئے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ وہ اقوام جو یہ سمجھتی ہیں کہ نہ طلاق ہو سکتی ہے اور نہ خلع تو وہ یا تو اپنی عورتوں پر ظلم کرتے ہیں، جیسے ہندو لوگ کہ انہوں نے اپنی عورتوں کو ہر طرح کی آزادی سے محروم کر رکھا ہے؛ اور یا پھر انکی عورتیں ان پر ظلم کرتی ہیں، جیسے کہ نصاریٰ، یہاں تک کہ وہ علیحدگی کا رخ کرتے ہیں، یہ جانتے کے باوجود کہ انہیں ان عورتوں کی خواہی نخواہی کفالت کرنی پڑے گی، یا پھر وہ طلاق کا دروازہ کھٹکھٹاتے ہیں جو ان کے لئے واحد راستہ باقی رہ گیا، اور وہ بدترین دروازہ ہے۔ یوں وہ بے حیائی پھیلانے کا سبب بنتے ہیں، چونکہ انکے ہاں ایک سے زیادہ نکاح حرام ہے، اس لئے بے حیائی میں مبتلا ہوتے ہیں۔ اور اسی باب کے تحت مارنے اور بستر سے الگ کرنے کی اجازت بھی آتی ہے، تاکہ عورت کی نافرمانی علیحدگی کی انتہا تک نہ پہنچ جائے، کیونکہ اس حکم کا نفاذ مقصود نہیں بلکہ صرف یہ مقصود ہے کہ عورت کو یہ معلوم رہے کہ اس پر شوہر کی اطاعت واجب ہے، اگر وہ اپنے شوہر کو ناراض کرے گی تو حدود اللہ کو توڑے گی اور سخت وعید کی مستحق ہوگی۔

چوتھا مقدمہ

(بعض احکام کا اثر بعض پر ہوتا ہے)

یہ ذکر کرنے کے بعد کہ شریعت نے نفع اور ضرر کی باتوں کو مخلوط پایا، اس لئے اس نے بعض کو بعض کے ساتھ ترکیب دے کر اصلاح کر دی، یہ مخفی نہیں رہتا کہ شریعت کے احکام میں سے کوئی حکم جب تبدیل کیا جاتا ہے، تو بسا اوقات اسکی وجہ سے دوسرے احکام پر اثر پڑتا ہے جس کے باعث اور تبدیلیوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور ان تبدیلیوں کی حکمت اس وقت تک واضح نہیں ہوتی، جب تک کہ ان احکام کے مصالح و مفاسد پر نظر نہ کی جائے جن کے مابین تبدیلی ہوئی ہے اور ان سے متعلق دوسرے احکام کے مصالح و مفاسد پر بھی نظر نہ کی جائے۔ مثلاً احکام وراثت کے نزول کے بعد ورثہ کے لئے وصیت کی ممانعت اور وصیتوں کو ایک تہائی مال تک کم کر دینے کی ضرورت ہوئی۔ اور تورات کے بعض سخت احکام میں تخفیف کے بعد، جیسے رجم اور لاولد مرحوم بھائی کی بیوی کے نکاح کی فرضیت، ان کے مصالح کی کمی دوسرے احکام کے ذریعہ پوری کر دی، جیسے سرکشوں کی سزا کا حکم، اور بیواؤں کے نکاح کی تلقین، اور بہت سی ڈرانے کی باتوں کا ذکر عذاب آخرت اور اسکی شدت کی تصویر کشی کے ذریعہ، جیسا کہ ارشاد فرمایا:

جب ہم کوئی آیت منسوخ کرتے ہیں یا اسے بھلوا دیتے ہیں، تو اس سے بہتر آیت لے آتے ہیں (یعنی جس میں کہ ہم منسوخ کرتے ہیں) یا اسی جیسی آیت لے آتے ہیں (یعنی جیسی کہ انہوں نے بھلا دیا ہوتا ہے اپنے کفر کے سبب، تو اللہ نے بھلوا دینے کی نسبت اپنی ذات کی طرف کر دی تاکہ اللہ کی طرف سے اس کے عذاب ہونے کی نشاندہی ہو) جیسا کہ ارشاد فرمایا (پس جب وہ کج ہوئے تو اللہ نے ان کے دلوں کو کج کر دیا)

(اللہ تعالیٰ کے اس قول کی تاویل کہ ہم نے تمہارے لئے حلال کر دیا۔ اس کے قول علیم حکیم تک)

ان تمہیدی مقدمات کے بعد ہم کہتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کو ام المسلمین قرار دیا اور ان سے نکاح کو ان پر حرام کر دیا، اور اس سے طلاق کا دروازہ بند کر دیا، اور اسی طرح جب ان کو پیش کش کی کہ وہ انہیں آزاد کر دے تو انہوں نے انتخاب کیا اللہ

کا، پس جب بند ہو گیا قطع کا دروازہ تو بند ہو گیا علیحدگی کا دروازہ، اور اس رخصت کے فائدوں کا دروازہ بھی بند ہو گیا، جیسا کہ مقدمات میں گزر چکا ہے، اور اسی طرح مارنے اور بعض کو علیحدہ کرنے اور ثالث بھیجنے کی جو رخصت دی گئی وہ بھی سب ختم ہو گئی کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کمزوروں کے ساتھ اپنی انتہائی درجے کی شفقت اور رحمدلی کے باعث، اپنی بیویوں کی خوشنودی اور رضا جوئی کے لئے بہت زیادہ آمادہ و تیار شخص تھے۔ اس لئے ان بیویوں کو مارنا یا سختی کا کوئی ڈر نہ تھا۔ اور نہ اس کا ڈر تھا کہ معاملہ آپ کے اور ان کے مابین کسی ثالث کے بھیجے تک پہنچے گا۔ اس لئے کہ نبی کا مقام اس سے کہیں بلند ہوتا ہے، اور نہ انہیں اس کا ڈر تھا کہ جو بیوی نافرمانی کرے گی اس کو آپ چھوڑ دیں گے، اس لئے کہ آپ نے اپنے اوپر ان کے حقوق کی تقسیم میں برابری کو لازم کر لیا تھا پھر جب اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر چار سے زیادہ شادی کو حرام کر دیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پانچ بیویوں کو الگ کر دیا اور وہ سودہ، جویریہ، صفیہ، ام حبیبہ اور میمونہ تھیں، پس آپ نے اللہ کی طرف سے تحریم کے بغیر اپنا شدت تقویٰ کی وجہ سے اپنے اوپر ان بیویوں کو حرام کر لیا۔ (اور ان میں سے عائشہ، ام سلمہ، حفصہ اور زینب کو اپنے ساتھ رکھا، یہ ایک طرح کی خود اختیار کردہ رہبانیت تھی، اور اس کے ساتھ ہی ان بیویوں پر ظلم بھی تھا ان کو آپ نے ترک فرما دیا تھا پس جب یہ باتیں ہوئیں، اور ان میں سے بعض تو اللہ کی طرف سے تھیں اور بعض نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی رائے سے اور اپنے اوپر ان کے تشدد کی وجہ سے تھیں اس لئے ضرورت ہوئی کہ بات واضح کر دی جائے۔ اس بنا پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی (ہم نے تمہارے لیے حلال کیں تمہاری وہ بیویاں جن کے مہر تم نے دے دیے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے اس قول تک۔ مومنوں کے برخلاف صرف تمہارے لیے) پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام بیویوں کا ذکر فرمایا، اور میری رائے میں یہ صرف ان بیویوں کی تفصیل ہے جو اس سے پہلے آپ کے عقد میں آ چکی تھیں۔ اور میں اسے ان بیویوں کے لئے اجازت نہیں سمجھتا جن سے آپ ان کے بعد نکاح کریں، اس جگہ مفسرین کے اقوال میں بڑا اضطراب ہے۔ میرے نزدیک اس جملے کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے ذریعہ معزول بیویوں کی تحریم ختم کر دی، اور اس کے بعد جو الفاظ ہیں وہ حلال کرنے کی علت کی وضاحت ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا (ہمیں معلوم ہے جو ہم نے ان مسلمانوں پر فرض کیا ان کی بیویوں اور باندیوں کے بارے میں، تاکہ تمہارے اوپر کوئی تنگی نہ ہو، اور اللہ غفور رحیم ہے)

اس میں ان تمام باتوں کی طرف اشارہ کر دیا جو ازدواجی زندگی کے مسائل میں مسلمانوں کے حالات کو درست رکھ سکتی ہیں۔ جن کا ذکر مقدمہ میں گزر چکا ہے۔ یعنی ہم نے جو کچھ مسلمانوں پر عائد کیا وہ میرے علم میں ہے۔ ہم نے جو کچھ ان پر فرض کیا اس کے ذریعہ ہم نے ان سے ہر طرح کی تنگی دور کر دی۔ اور اسی طرح ان بیویوں کو تمہارے لیے حلال کر کے ہم تم سے بھی تنگی دور کرتے ہیں۔ پس تم کو ضرورت نہیں کہ تم ان میں سے بعض کو الگ کر دو کہ اس طرح تم اپنے اوپر بھی ظلم کرو گے اور ان کے اوپر بھی۔ اور جو کچھ تم نے کیا اللہ اس پر تمہارا مواخذہ نہیں کرے گا، اس لیے کہ اللہ غفور رحیم ہے، رحمت کو پسند کرتا ہے۔ اور اس سے معلوم ہے کہ تم نے محض تقویٰ اور رحمت کی وجہ سے یہ بات کی۔ اور مزید توضیح کے لئے اپنا یہ قول نازل فرمایا (تمہیں اختیار ہے تم ان میں سے جس کو چاہو پیچھے رکھو اور جس کو چاہو اپنے پاس رکھو، اور اس کو بھی جس کو تمہارا جی چاہے ان میں سے جن کو تم نے الگ کر دیا ہے، جو چاہو کرو تم پر کوئی گناہ نہیں ہے) اس جملے کا پہلا حصہ اشارہ کرتا ہے کہ تم حقوق کا پاس کرتے رہے ہو، لہذا جب ان میں سے کسی کی طرف سے کوئی بات آزردگی کا سبب ہے تو تم یا تو درگزر کرو اور صبر سے کام لو یا تم ان سب کو چھوڑ دو، تاکہ تم پر ان میں سے بعض کی طرف میلان اور کامل عدل کے ترک کا الزام نہ عائد کیا جا سکے۔ تو تم پر یہ سختی نہیں بلکہ دور رکھنا یا پاس رکھنا تمہاری مشیت پر موقوف ہے۔ اور کسی معاملہ کو حکیم کی مشیت کے حوالہ کرنے کا یہی مطلب ہو سکتا ہے کہ وہ غایت درجہ کا عدل ملحوظ رکھے گا۔ جس طرح کہ اللہ تعالیٰ نے مغفرت اور عذاب کے معاملہ کو اکثر اپنی مشیت کے ساتھ وابستہ کیا ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ عدل کے خلاف کریگا۔ اس لئے کہ اس نے بہت سی آیات میں صراحۃً اس کی نفی کی ہے۔ تو اس مشیت سے مراد یہی ہے کہ اسکے فیصلے میں نہ تو چہروں کا لحاظ ہے نہ قبول رشوت کا اثر۔ اور اسی طرح جب لوگوں نے ایک اجتماعی ذمہ داری کو چھوڑ کر جانا چاہا، انکو اجازت دینے یا نہ دینے کے معاملہ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سپرد کر دیا جہاں ارشاد فرمایا: (جو لوگ تم سے اجازت مانگتے ہیں، یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان رکھتے ہیں اللہ اور اسکے رسول پر، پس جب وہ اجازت چاہیں اپنے کسی کام کے لئے تو تم ان میں سے جس کسی کو چاہو اجازت دے دو اور ان کے لئے استغفار کرو بے شک اللہ غفور رحیم ہے) یعنی تمہاری سمجھ کے مطابق جہاں مصلحت اور خیر کا اقتضا ہو، انہیں اجازت دے دو۔ اسی طرح نبی

کے حق میں اس تخییر کا مقصد یہی ہے کہ اس کی بیویاں اسکے علم سے ناواقف تھیں جیسا کہ مقدمہ نمبر ۲ میں ذکر کیا گیا۔ اس فائدے کا ذکر ہم عنقریب تفصیل سے کریں گے۔

ہم نے جو یہ کہا اسکی تائید اس امر سے ہوتی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس تخییر کے بعد بھی برابر حقوق کا پاس کرتے رہے۔ اگر مقصود اس کا نافذ کرنا ہوتا تو آپ نافذ کر دیتے۔ سو آپ اس سے بری ہیں جو کوئی یہ بدگمانی کرتا ہے کہ یہ تخییر ہوائے نفس کے لئے تھی۔ اور رہا اللہ تعالیٰ کا یہ قول: "اور جس کو تمہارا جی چاہے ...." تو حلال کرنے کا جو ذکر کیا یہ اس کی تصریح ہے، یعنی تمہارا یہ علیحدہ کرنا تمہارے واسطے حرام نہیں کیا اس لئے کہ ہم نے تمہارے لئے تمام بیویاں حلال کر دیں۔ اور جو کچھ اللہ نے فیصلہ کیا اسکا ذکر کرنے کے بعد حکم کی مصلحت بھی واضح کر دی فرمایا: "یہ اس سے بہت قریب ہے کہ انکی آنکھیں ٹھنڈی ہوں" یعنی یہ حکم تمہارا کیا ہوا پر ظلم نہیں بلکہ اس میں کئی گونہ مصالح ہیں۔ ان پر کہ انہیں سے جن بیویوں کو چھوڑ دیا تھا انکی آنکھیں ٹھنڈی ہوں، اس لئے کہ وہ اگرچہ اس پر راضی تھیں کہ تمہاری بیویوں کے زمرے میں رہیں، لیکن جب تم نے انکو ان بیویوں کے ساتھ ملا دیا جن کو الگ نہیں کیا تھا تو انکو زیادہ خوشی ملی۔ (۲) دوم یہ کہ اس بیوی کا غم دور ہو جس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی اور جس نے آپ کی رضا جوئی کے سوا کسی بات سے سروکار نہ رکھا، لیکن اس کے باوجود نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان سب کو برابر کا درجہ دیتے ہیں۔ اور اگر قدرے منہ پھیر کر اصلاح کے ارادے سے کسی کو چھوڑنے کی نوبت آئی تو اسے بھی چھوڑ دیتے ہیں، جیسا کہ اس وقت ہوا جب کہ ان میں سے بعض کی وجہ سے ان سب کو چھوڑ دیا۔ (۳) سوم یہ کہ وہ سب کی سب خوش ہوں، اس لئے کہ جب انہیں یہ معلوم ہو گا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بعض کو چھوڑ کر بعض کو جو کچھ دیا اس میں انہیں کلی اختیار دیا گیا ہے، اور اس کے باوجود وہ کامل مساوات کو ملحوظ رکھتے ہیں، تو اس سے انکی رضامندی اور شکرگزاری میں اضافہ ہو گا۔ پس یہ تمام باتیں اس تخییر کے فائدوں کی تفصیل ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے فقط اسکی تشریح میں اس کا نفع رکھ دیا، پھر یہ اختیار اسکو دیا جس کے متعلق یہ معلوم تھا کہ وہ بجا بھی نقصان رکھا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے عمل سے یہ ثابت کر دیا کہ یہ حکم نافذ کرنے کیلئے نہیں تھا اس لئے اس کے استعمال سے باز رہے۔ یہ ہے جو ہم نے سمجھا اور اصل علم اللہ کے پاس ہے۔

عدیم الفرصتی کے باعث عجلت میں لکھے گئے یہ چند اوراق میں کسی کو نہ بھیجتا اس لئے کہ جلدی میں جو باتیں کی گئی ہوں گی میں خود کو لغزش سے محفوظ نہیں پاتا، اسکی تفسیر میں یہ خطرہ ہے۔ لیکن چونکہ میں یہ حضرت الاستاذ کو بھیج رہا ہوں جو انکی اصابت رائے اور صحت نقد کے کمال کی وجہ سے میں اپنی لغزشوں سے نہیں ڈرتا، وہ خود غلطی کو صحیح کر پہچان

پیرس میں ڈاکٹر محمد حمید اللہ سے وزیر اعظم نواز شریف کی ملاقات

فرانسیسی نو مسلموں کی مسجد کیلئے ایک لاکھ ڈالر کا عطیہ، پاکستان آنے کی دعوت، علمی خدمات پر خراج تحسین...

کسی اعلیٰ نصب العین یا مشن کے لئے زندگی کا ایک ایک لمحہ وقف کر دینے کی بات محاورۃً تو سنی تھی لیکن اس کا کوئی عملی نمونہ دیکھنے کا کبھی اتفاق نہ ہوا تھا۔ نامور زعماء اور اکابرین کی زندگی کا کچھ نہ کچھ وقت اہل خانہ، اعزہ، دوست احباب اور مختلف نوعیت کی معاشرتی تقریبات کی نذر ہوتا ہے اور اجتماعی زندگی میں ایسا ہونا ناگزیر ہے لیکن پیرس کے حالیہ سفر میں اسلام کے ایک ایسے خادم کو دیکھنے کا موقع اور اس سے دو تین ملاقاتیں کرنے کا شرف حاصل ہوا جس کی زندگی مختصر نیند اور ضروری حاجات کے سوا پوری کی پوری اسلام کی خدمت کیلئے وقف ہے۔ اس میں نہ بیوی بچوں کا کوئی دخل ہے نہ کسی ملازم اور رفیق کی کوئی گنجائش اور نہ اعزہ و اقارب، دوست احباب یا تقریبات کا کوئی جھمیلا حتیٰ کی ٹیلی فون تک کا کوئی جھنجھٹ نہیں ہے۔ وقت کا ہر لمحہ اشاعت اسلام اور تبلیغ اسلام کے لئے وقف ہے اور اس میں ایسا انہماک و تسلسل ہے کہ دم لینے کی مہلت نہیں۔ بس یہ فکر دامن گیر ہے کہ ۹۰ سال کی عمر ہو چکی ہے کہیں فرشتہ اجل نے آ دبوچا، اپنے رب کا سامنا ہوا اور اس نے یہ پوچھا کہ میں نے جو نعمت دین تمہیں عطا کی تھی اسے دوسروں تک پہنچانے کیلئے تم نے کیا کیا؟ تو میں وہاں کیا منہ دکھاؤں گا؟ ندامت و شرمندگی سے بچنے کیلئے کچھ تو زاد راہ ساتھ لے لوں۔ باقی سہارا اس کے عفو و درگزر اور عطا و بخشش سے مل جائے گا۔

یہ شخصیت ہے عالم اسلام کے معروف و منفرد محقق، مصنف، مترجم، مفسر اور مبلغ پروفیسر ڈاکٹر محمد حمید اللہ کی جو اپنے عظیم کام ہی کی وجہ سے نہیں بلکہ اپنے طرز زندگی کی بے مثال خصوصیات کے باعث مسلم دنیا کے اہل علم و فضل اور فرانس اور فرانسیسی زبان سے وابستہ فرنگی ممالک

میں انتہائی قدر و احترام کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں۔ وزیر اعظم محمد نواز شریف نے جب مجھ سے پہلی بار اپنے دورۂ فرانس کا ذکر کیا تو میں نے ان سے درخواست کی کہ وہاں ایک نامور عالم اور محقق ڈاکٹر محمد حمید اللہ سے ضرور ملئے، جو پاکستان میں آئین سازی کے ابتدائی مراحل میں گرانقدر خدمات انجام دے چکے ہیں اور مغربی دنیا میں اس ملک کا نام روشن کرنے میں انھوں نے بڑا کام کیا ہے۔ وزیر اعظم نے اسی وقت متعلقہ حکام کو ہدایت کی کہ پیرس میں سفارت خانہ کو پیغام دے دیا جائے کہ میرے پروگرام میں ڈاکٹر محمد حمید اللہ سے ملاقات کو بھی شامل کیا جائے۔ بعد ازاں وزیر اعظم کے ساتھ جانے والے صحافیوں میں جب مجھے شمولیت کی اطلاع ملی تو پیرس کو تفصیل سے دیکھنے کی دیرینہ خواہش کی تکمیل کے علاوہ سب سے زیادہ خوشی اس خیال سے ہوئی کہ یہ سفر مجھے ڈاکٹر محمد حمید اللہ سے ملاقات کرنے اور ان کی زندگی کو قریب سے دیکھنے کا موقع فراہم کرے گا۔ ڈاکٹر صاحب سے کراچی میں اس وقت ایک مختصر ملاقات ہوئی تھی جب وہ جنرل ضیاء الحق شہید کی دعوت پر پاکستان آئے تھے اور بہاولپور کی اسلامیہ یونیورسٹی میں اپنے یادگار خطبات کا سلسلہ مکمل کر کے پیرس واپس جا رہے تھے۔ ان سے میری مراسلت بھی رہی لیکن کبھی ان سے تفصیلی ملاقات کا موقع نہ مل سکا۔ میں نے اپنے زمانۂ طالب علمی اور خصوصاً جامعہ کراچی سے پولیٹیکل سائنس میں ایم اے کی تیاری کے دوران ڈاکٹر صاحب کی کتابوں سے بہت استفادہ کیا تھا۔ اس وقت ڈاکٹر صاحب کے تبحر علم کے علاوہ جس چیز نے مجھے بہت زیادہ متاثر کیا تھا وہ یہ تھی کہ متعلم اور معلم دونوں حیثیتوں سے ڈاکٹر صاحب کی پوری زندگی جرمنی اور فرانس میں گزری ہے لیکن ان کی فکر اور تحریر پر مغربی فکر اور تہذیب کا کوئی ادنیٰ سا شائبہ بھی نظر نہیں آتا اور وہ دیوبند یا ندوہ جیسی کسی دینی درسگاہ کے فاضل استاد کا سا اسلوب نگارش رکھتے ہیں جس میں اساسیات دین پر گہرے اعتقاد کا رنگ غالب ہوتا ہے۔ وہ جدید ترین دنیا کے شہری، اسکے علوم کے شناور اور اس کے انتہائی ترقی یافتہ باشندوں کے مسلّم استاد ہیں مگر اپنی فکر اور تحریر کے لحاظ سے وہ متقدمین کی صف میں کھڑے نظر آتے ہیں۔ ہمارے ہاں کسی کو چند ہفتوں کے لئے مغرب کی ہوا لگ جائے تو وہ اپنے دیس میں خود کو اجنبی محسوس کرنے لگتا ہے، لیکن ڈاکٹر محمد حمید اللہ کی اسلامی فکر اور مشرقی تہذیب یورپ میں ۶۰ سال کی رہائش کے باوجود ذرا متاثر نہ ہو سکی

اس نے الٹا اہل یورپ کو متاثر کیا اور ہزاروں افراد کو اسلام کی آغوش میں پہنچا دیا۔ مغربی تہذیب علامہ اقبال کی طرح ڈاکٹر محمد حمید اللہ کا بھی کچھ نہ بگاڑ سکی۔

پیرس میں ہم منگل ۲۸ جنوری کو ساڑھے آٹھ بجے شب پہنچے اور ایفل ٹاور کے نزدیک گرونڈ کے علاقے میں واقع ہوٹل کریون ([illegible]) میں جہاں وزیر اعظم کے ساتھ ہمارے قیام کا انتظام کیا گیا تھا، اپنے کمروں تک پہنچتے پہنچتے ۱۰ بج گئے۔ اس دن ۱۲ گھنٹے طویل سفر کے بعد آرام کے سوا کوئی دوسری مصروفیت نہ تھی۔ اگلے روز ہم سرکاری مصروفیات میں شرکت سے فارغ تھے، اس سے سب نے اپنے اپنے ذوق و طلب کے مطابق پروگرام مرتب کئے۔ میں نے ناشتہ کے فوراً بعد ڈاکٹر محمد حمید اللہ سے ملاقات کی سبیل نکالی۔ اپنے ارادہ کا ذکر چند دوستوں سے کیا تو روزنامہ عبرت حیدرآباد کے ایڈیٹر قاضی اسعد عابد اور روزنامہ فرنٹیئر پوسٹ کے ایڈیٹر جناب قیصر بٹ نے ساتھ چلنے کی خواہش کا اظہار کیا۔ ہم ایک کار میں ڈاکٹر صاحب کی رہائش گاہ پہنچے، جو پیرس کے مرکزی علاقے میں ایک چار منزلہ قدیم عمارت میں واقع ہے۔ ڈاکٹر صاحب چوتھی منزل پر رہتے ہیں۔ اس عمارت میں لفٹ نہیں ہے، لکڑی کا زینہ ہے اور ڈاکٹر صاحب اس پیرانہ سالی میں دن میں کئی بار اس زینے سے اترتے چڑھتے ہیں۔ انھوں نے اس عمارت میں زمانۂ طالب علمی گزارا اور اب اسی میں ایک چھوٹے سے کمرے میں ۱۹۴۸ء سے مقیم ہیں۔ ہم تقریباً ساڑھے دس بجے صبح وہاں پہنچے، ڈاکٹر صاحب کا کمرہ بند دیکھ کر مایوس لوٹے مگر عمارت کے صدر دروازے پر ڈاکٹر صاحب آتے ہوئے مل گئے۔ انھوں نے بڑے تپاک سے میرا خیر مقدم کیا اور بتایا کہ میں علی الصبح نماز کے بعد لائبریری چلا جاتا ہوں وہیں سے واپس آ رہا ہوں وہ سیڑھیاں چڑھتے ہوئے ہم سب سے آگے نکل گئے اور ہم ان کا ساتھ نہ دے سکے، سب کے سانس پھولے ہوئے اور قدم بھاری تھے۔ ڈاکٹر صاحب نے تیسری منزل پر پہنچ کر بتایا کہ اوپر میرے کمرے کی مرمت ہو رہی ہے اس لئے عارضی طور پر یہاں رہ رہا ہوں۔ انھوں نے کمرہ کھولا تو ہمیں یوں محسوس ہوا کہ کتابوں کے کسی گودام میں آ گئے ہیں۔ ایک بوسیدہ صوفہ، فائلوں اور کتابوں سے لدی ایک پرانی میز، ایک جانب چھوٹی سی چارپائی اور اسٹیل کی تین چھوٹی کرسیاں کتابوں کے بڑے بڑے بکسوں اور کریٹوں کے درمیان جمی ہوئی، بلکہ پھنسی ہوئی تھیں اور

ان پر بیٹھنے سے قبل انہیں کتابوں اور فائلوں کے بوجھ سے آزاد کرنا ضروری تھا۔ ڈاکٹر صاحب بڑی دیر تک ہماری آمد پر مسرت کا اظہار کرتے رہے۔ شفقت' محبت' انکساری' عاجزی' تواضع' اور اپنی بے سروسامانی کے سبب ہماری تکلیف و زحمت پر تاسف کے جذبات سے ان کا چہرہ معمور تھا۔ ابتدائی تعارفی گفتگو' کچھ پرانی یادوں کی تجدید' اپنی چار کتابوں کی پیش کش کے بعد' ڈاکٹر صاحب سے سوال و جواب کے سلسلے کا آغاز ہوا' تو انہوں نے بتایا کہ میں ۱۹۴۸ء سے یہاں مقیم ہوں۔ پاکستان یہیں سے گیا تھا اور وہاں مولانا سید سلیمان ندوی' متعدد علماء اور مولانا ظفر احمد انصاری کے ساتھ مل کر پاکستان کے آئین کے لئے بنیادی نکات' علماء کے ۲۲ نکات' اور نظام تعلیم کے خاکہ کی تیاری میں شریک رہا' اور پھر پیرس واپس چلا آیا۔ انہیں میری زبانی مولانا ظفر احمد انصاری کے انتقال کی خبر ملی' تو گہرے دکھ کا اظہار کیا۔ مولانا کی ملی خدمات کا ذکر کرتے ہوئے ان کی مغفرت کیلئے دعا کی۔ ڈاکٹر بشارت علی کے انتقال پر بھی انہوں نے افسوس اور صدمہ کا اظہار کرتے ہوئے دعائے مغفرت کی۔ انہوں نے بتایا کہ وزارت تعلیم کے تحت یہاں اور نیشنل اسٹنڈیز ریسرچ سینٹر قائم ہے' جس میں ایسے صاحبان علم کو رکھا جاتا ہے' جو مختلف وجوہ کی بنا پر اپنے وطن سے ہجرت پر مجبور ہو جاتے ہیں میں ۱۵ سال اس سے وابستہ رہ کر اب ریٹائر ہو چکا ہوں اور اس کے وظیفہ پر میری گزر بسر ہو رہی ہے۔ میں نے جرمنی کی بون یونیورسٹی سے ۱۹۳۲ء میں اسلام کے بین الاقوامی قانون پر ڈاکٹریٹ کی ڈگری لی۔ اگلے سال سوربورن یونیورسٹی پیرس سے عہد نبوی ؐ کی ڈپلومیسی کے موضوع پر ڈاکٹریٹ کیا' بعد ازاں جامعہ عثمانیہ حیدر آباد میں پڑھانے لگا۔ سقوط حیدر آباد کے بعد میں پیرس چلا آیا اور یہاں تحقیقاتی ادارے سے وابستہ ہو گیا اب میں کسی بھی ملک کا شہری نہیں ہوں' مستقل مہاجر ہوں' میری مہاجرت کی ایک سند حکومت فرانس نے جاری کر دی تھی' وہی میرا پاسپورٹ ہے اسی پر بیرونی سفر کرتا ہوں' یوں میری شہریت آفاقی ہے۔ اپنے علمی کام سے متعلق ایک سوال پر ڈاکٹر صاحب نے بتایا کہ میرا پہلا مضمون ۸ جولائی ۱۹۲۸ء کو ہفت روزہ "نونہال" لاہور میں "مدراس کی سیر" کے عنوان سے شائع ہوا تھا اس موقع پر انہوں نے ایک پرانی کاپی دکھائی' جس میں تاریخی ترتیب کے ساتھ ان کے مضامین اور

کتابوں کی فہرست موجود ہے۔ مختلف بین الاقوامی جرائد اور مختلف زبانوں میں ان کے شائع شدہ مقالات کی تعداد ۹۲ ہے' وہ ایک سو سے زائد کتابوں کے مصنف ہیں' ان کے بعض مضامین اور کتابوں کا ترجمہ چینی اور جاپانی سمیت متعدد زبانوں میں ہو چکا ہے' انکا سب سے عظیم کارنامہ فرانسیسی زبان میں قرآن حکیم کا ترجمہ اور تفسیر ہے۔ اسکے ۱۹ ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں' ہر ایڈیشن دس سے بیس ہزار کی تعداد میں طبع ہوا ہے۔ اور آج کل وہ ۲۰ ویں ایڈیشن کا پروف پڑھنے میں مصروف ہیں۔ فرانسیسی میں سیرت نبوی ؐ بھی دو جلدوں میں شائع ہو چکی ہے۔ حال میں ان کی مرتب کردہ کتاب السیر الکبیر کی چار جلدیں ترکی زبان میں شائع ہوئی ہیں جو انہوں نے ہمیں دکھائیں۔ ان کا موضوع اسلام کا بین الاقوامی قانون ہے اردو زبان میں عہد نبوی ؐ کے میدان جنگ' عہد نبوی ؐ کا نظام حکمرانی' رسول اکرم ؐ کی سیاسی زندگی' اسلامی اصول قانون اور نظریہ دستور کا ارتقاء' امام ابو حنیفہ کی تدوین قانون اسلامی' عہد نبوی ؐ کا نظام تعلیم' سیاسی وثیقہ جات از عہد نبوی ؐ تا خلافت راشدہ ان کی بلند پایہ تحقیقی کتب ہیں۔ علاوہ ازیں وہ ٹیپو سلطان اور اردو کی ترقی' یورپ میں ادبی نشاۃ ثانیہ' سلطنت مسقط و عمان' مشرق میں انقلاب کے لئے روسی تدابیر' سرور کائنات ؐ کی حکومت جیسے عنوانات سے متعدد کتابیں لکھ چکے ہیں۔ وہ ایک عرصہ تک انقرہ کی ارض روم یونیورسٹی میں لیکچر دیتے رہے ہیں اور اس کے لئے ہر ہفتے پیرس سے انقرہ جایا کرتے تھے۔ ڈاکٹر صاحب کو ۸ زبانوں اردو' فارسی' عربی' انگریزی' فرانسیسی' جرمنی' ترکی اور اطالوی پر عبور حاصل ہے' اور ان سب زبانوں میں ان کی تصانیف موجود ہیں۔ وہ طویل عرصے فرانسیسی زبان کے ایک ماہنامہ جریدے "فرانس اسلام" کے مدیر بھی رہے اور ایک تنظیم "جمعیۃ الصداقۃ الاسلامیہ" کے خازن رہے۔

اس سوال پر کہ آپ نے پیرس ہی کو اپنی مستقل رہائش کے لئے کیوں منتخب کیا؟ ڈاکٹر حمید اللہ نے بتایا کہ ایک تو ایسا تحقیقی ادارہ کہیں اور نہیں' جس کا میں ذکر کر چکا ہوں دوسرے یہاں ۸۰ لاکھ اور ایک کروڑ کتابوں پر مشتمل ایسی متعدد عظیم الشان لائبریریاں موجود ہیں جن کی کہیں نظیر نہیں ملتی۔ یہاں ایک ایک موضوع پر مثلاً عالم عرب پر خصوصی لائبریریاں موجود ہیں جن میں اس موضوع سے متعلق ہر زبان کی کتابیں یکجا مل جاتی ہیں۔ لائبریری السنہ الشرقیہ میں ۳۰ لاکھ کتابیں

صرف پیرس میں ایک لاکھ فرانسیسی نومسلم موجود ہیں

ایک سو مساجد ہیں، یومیہ ۸ سے ۱۰ افراد اسلام قبول کرتے ہیں۔ ڈاکٹر حمید اللہ

موجود ہیں۔ یہاں کا ماحول بھی نسبتاً زیادہ پرسکون اور علمی ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے بتایا کہ فرانس میں اگرچہ اسلام دشمنی کا جذبہ بہت شدید ہے اور الجزائر میں جو کچھ ہوا وہ اس کا واضح ثبوت ہے لیکن اس کے باوجود صرف پیرس میں اب تک ایک لاکھ فرانسیسی مسلمان ہو چکے ہیں یہاں ایک سو سے زیادہ مساجد موجود ہیں۔ اسلام قبول کرنے والے فرانسیسیوں کا یومیہ اوسط ۸ تا ۱۰ ہے۔ ان میں خواتین کی بڑی تعداد بھی شامل ہے۔ ایک خاتون کا خط آج ہی ملا ہے جس نے اسلام قبول کرنے کی درخواست کی ہے اور لکھا ہے کہ اگرچہ میرے قریب بھی ایک مسجد موجود ہے لیکن اس پاکیزہ اور مقدس مقام تک جانے کی میں اپنے اندر ہمت نہیں پاتی۔ ڈاکٹر صاحب نے یہ خط ہمیں بھی دکھایا۔ انہوں نے بتایا کہ آج کل یہاں کسی ایک موضوع سے متعلق عیسائیوں، یہودیوں اور مسلمانوں کے نقطۂ نظر کے اظہار کا پروگرام چل رہا ہے جس میں اسلام کے نقطۂ نظر کی ترجمانی کے لئے میرا انتخاب کیا گیا ہے۔ موجودہ موضوع حضرت ابراہیمؑ ہیں۔ تحقیق کے دوران نئے گوشے میرے سامنے آئے ہیں۔ مثلاً ہندوؤں کی داستانیں اور یونانیوں کے مشہور شاعر ہومر (Homer) کی نظم اوڈیسی حضرت ابراہیمؑ کے دور کی تصانیف ہیں اور ان کی واقعہ نگاری پر حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسماعیلؑ کے واقعہ کا اثر موجود ہے۔ یہودیوں کا دعویٰ ہے کہ مسلمان، جو واقعہ حضرت اسماعیلؑ سے منسوب کرتے ہیں وہ دراصل حضرت اسحاقؑ سے تعلق رکھتا ہے۔ میں نے ان کی کتابوں سے اور تاریخی ترتیب کے لحاظ سے ثابت کیا ہے کہ قرآن کا بیان کردہ واقعہ ہی درست ہے اس پر یہودی علماء نے مجھ سے علیحدگی میں کہا کہ ہم تمہاری تحقیق کو صحیح تسلیم کر لیں، تو ہمارا سارا مذہب ہی باطل قرار پائے گا اور کھیل بگڑ جائے گا۔ میں نے عرض کیا کہ میرا کام تحقیقی ثبوت پیش کر دینا ہے، ماننا نہ ماننا آپ کا کام ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے بتایا کہ میں آج کل ایک ایسی جگہ مسجد کی تعمیر میں مصروف ہوں، جہاں فرانسیسی مسلمانوں کی خاصی بڑی تعداد موجود ہے، لیکن ان کے لئے مسجد نہیں تھی۔ ایک عمارت خرید لی گئی ہے، پانچ لاکھ فرانک ادا کئے جا چکے ہیں

(ادا) رقم مزید مطلوب ہے اللہ تعالیٰ کوئی سبیل پیدا کر دے گا۔

ہمیں شدت سے احساس تھا کہ ڈاکٹر حمید اللہ کی بہت قیمتی ہے یعنی وقت کو ضائع کرنا کسی طرح بھی مناسب نہیں، چنانچہ ہم نے اجازت چاہی اور گزارش کی کہ کوئی کلمۂ نصیحت عطا فرمائیے۔ ڈاکٹر صاحب نے کمال انکساری کے ساتھ کہا "استغفر اللہ! میں اور کلمۂ نصیحت" آپ مجھے کیوں شرمندہ کرتے ہیں۔ میں تو آپ کی کوئی تواضع نہ کرنے پر پہلے ہی بہت شرمندہ ہوں۔"

اس گفتگو کے دوران قاضی اسد عابد صاحب نے اپنا کیمرہ نکال لیا اور ڈاکٹر صاحب سے ایک تصویر کی اجازت چاہی۔ انھوں نے فوراً اپنے چہرے کو دونوں ہاتھوں سے ڈھانپ لیا اور کہا "میں ناجائز کام کی اجازت کیسے دے سکتا ہوں؟" میں نے قاضی اسد عابد صاحب کو کیمرہ بند کرنے کا اشارہ دیا اور تصویر پر اصرار نہیں کیا۔ یہ مضمون اسی لئے ڈاکٹر صاحب کی تصویر سے خالی ہے۔ رخصت ہوتے وقت ڈاکٹر صاحب نے بتایا کہ مجھے ابھی تک وزیر اعظم سے ملاقات کے صحیح وقت کی اطلاع نہیں ہو سکی، میں نے عرض کیا کہ آپ کے ہاں ٹیلی فون نہ ہونے کی وجہ سے تاخیر ہوئی ہوگی۔ میں کسی کو بھیج کر آپ کو اس کی اطلاع دیتا ہوں۔ ایک گھنٹہ بعد ڈاکٹر صاحب کو سفارت خانے کے ایک افسر نے یہ اطلاع بھی پہنچا دی۔

ہم واپسی پر راستے میں دیر تک اس مرد قلندر کے علم و فضل، اسلام کی اشاعت و تبلیغ کے لئے اس کی بے مثل خدمات اور اس کی سادگی، خوش خلقی اور عاجزی و انکساری پر اپنے اپنے تاثرات کا اظہار کرتے رہے۔

جمعرات ۱۹ جنوری کو صبح ساڑھے دس بجے وزیر اعظم سے ڈاکٹر حمید اللہ کی ملاقات تھی۔ ان کیلئے گاڑی کا انتظام تھا، مگر انھوں نے یہ کہہ کر معذرت کر لی کہ میں روزانہ میٹرو (زیر زمین ٹرین) سے سفر کرتا ہوں، اسی کے ذریعے آ جاؤں گا، کوئی صاحب زحمت نہ فرمائیں۔ وہ مقررہ وقت سے دس منٹ پہلے پہنچ گئے، فرانسیسی وزیر دفاع سے وزیر اعظم کی ملاقات اس سے پہلے سے جاری تھی ملاقات میں کچھ زیادہ دیر ہو گئی اور ڈاکٹر صاحب کی باری آنے پر وزیر دفاع تشریف لے آئے۔ وزیر اعظم نے ڈاکٹر صاحب سے معذرت کرتے ہوئے درخواست کی کہ آپ آدھے گھنٹہ

انتظار فرمالیں۔ میں آپ سے بہت اطمینان کے ساتھ بات کرنا چاہتا ہوں۔" ڈاکٹر صاحب نے ذرا بدمزگی کا اظہار نہ کیا اور کہا کہ میں گھنٹوں انتظار کے لئے تیار ہوں۔ آپ کی دوسری مصروفیات زیادہ اہم ہیں۔ وہ میرے ساتھ تقریباً پون گھنٹہ بیٹھے رہے اور دوسرے متعدد اصحاب ان سے گفتگو کا فیض اٹھاتے رہے۔ وزیر اعظم نے ڈاکٹر صاحب سے اپنی ملاقات کے لئے پانچ افراد کا پینل مقرر کیا تھا جن میں راقم بھی شامل تھا، لیکن میرے اور سینیٹر فتح محمد خان کے سوا اس میں باقی تین ارکان میں سے کوئی شریک نہ ہوا۔ ڈاکٹر صاحب کا تفصیلی تعارف میرے ذمہ تھا۔ وزیر اعظم ان کی خدمت اور شخصیت سے بہت متاثر ہوئے اور اس خواہش کا اظہار کیا کہ آپ نفاذِ اسلام کے سلسلہ میں اپنی تجویز اور مشوروں سے نوازیں۔ ڈاکٹر صاحب نے بڑی انکساری کے ساتھ کہا کہ "میں یہاں بہت دور بیٹھا ہوں، پاکستان کے حالات سے زیادہ واقف نہیں۔ آپ کو کیا مشورہ دوں؟ میں اتنا ہی کہہ سکتا ہوں کہ اللہ پر توکل رکھئے، اپنا کام اسی کے بھروسے پر کرتے جائیے، وہ ساری رکاوٹیں دور کرتا اور آسانیاں پیدا کرتا چلا جائیگا۔" وزیر اعظم نے اب تک کے کام اور مجوزہ آئینی ترمیم کے بارے میں ڈاکٹر صاحب کو اپنے عزائم سے باخبر کیا تو انھوں نے غیر معمولی مسرت کا اظہار کیا اور ان کی کامیابیوں کے لئے دعا کی۔ وزیر اعظم نے جب پوچھا کہ میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں؟ تو ڈاکٹر صاحب نے شکریہ ادا کرتے ہوئے نہایت بے نیازی کے ساتھ جواب دیا "خدا کا فضل ہے، میں کسی چیز کی ضرورت محسوس نہیں کرتا۔" اس موقع پر میں نے ڈاکٹر صاحب کو یاد دلایا کہ آپ کسی مسجد کی تعمیر کے لئے فنڈ کی کا ذکر کر رہے تھے، اسکی کچھ تفصیل وزیر اعظم کو بتائیے۔ انھوں نے کچھ تامل کیا تو میں نے ہی اسکی تفصیل پیش کی۔ وزیر اعظم نے فرمایا کہ پانچ لاکھ فرانک، ایک لاکھ ڈالر کے برابر بنتے ہیں، یہ پوری رقم حکومتِ پاکستان کی جانب سے ڈاکٹر صاحب کو ادا کر دی جائے گی اور پاکستان کے لئے یہ بڑی سعادت کی بات ہوگی۔ ڈاکٹر صاحب نے اس پر وزیر اعظم کا شکریہ ادا کیا۔ انھیں پاکستان آنے کی دعوت دی گئی تو انھوں نے کہا کہ میں وہاں آکر کیا خدمت کر سکوں گا۔ یہاں ہمہ وقت تحریری کام اور نومسلم فرانسیسیوں کی تعلیم و تربیت پر لگا رہتا ہوں۔ یہ کام میری غیر حاضری سے متاثر ہوگا۔ وزیر اعظم نے کہا کہ آپ کی آمد ہمارے لئے

باعث برکت ہوگی۔ اور پوری قوم آپ کو اپنے درمیان پاکر خوشی محسوس کرے گی۔ ایک ہفتہ ہی کے لئے زحمت فرمالیجئے، آپ میرے مہمان ہوں گے، مجھے اپنی سہولت کے مطابق اپنی آمد کی تاریخ سے مطلع فرما دیجئے۔ ڈاکٹر صاحب نے اس پر غور کرنے کا وعدہ کیا اور بعد ازاں میرے نام ایک خط میں بتایا کہ میں رمضان کے بعد اور انگریزی مہینے کے آغاز پر آ سکتا ہوں لیکن ساتھ ہی یہ بھی لکھا کہ اس کی ضرورت ہی کیا ہے۔ انھوں نے وزیر اعظم کے نام خط اردو میں خود ٹائپ کیا۔ وہ انگریزی، اردو اور فرانسیسی عبارت خود ہی ٹائپ کرتے ہیں اور اکثر مسودہ کے بغیر براہ راست ٹائپ رائٹر پر عبارت تیار کرتے ہیں۔

وزیر اعظم نے ڈاکٹر صاحب کے حالات سن کر یہ بھی پیش کش کی کہ آپ کے لئے حکومت کی طرف سے ایک ملازم فراہم کر دیا جائے گا، جو گھر اور باہر کے کاموں میں آپ کا ہاتھ بٹائے گا اس پر ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ مجھے اس سے محفوظ ہی رکھئے، وہ میرا وقت ہی خراب کرے گا جسے میں اپنی مرضی اور ضرورت کے مطابق صرف کرتا ہوں۔ وزیر اعظم نے بہت اصرار کیا تو انھوں نے اس پر بھی غور کرنے کا وعدہ کیا۔ ٹی وی کے کیمرہ مین داخل ہوئے تو ڈاکٹر صاحب نے اپنا چہرہ دونوں ہاتھوں سے ڈھانپ لیا اور وزیر اعظم سے کہا کہ مجھے اس سے محفوظ رکھئے۔ وزیر اعظم کے اشارے پر تمام کیمرہ مین باہر نکل گئے، اسی لئے یہ ملاقات ٹی وی پر پیش نہ کی جا سکی۔

جمعہ کو اپنی روانگی سے قبل میں ایک بار پھر الوداعی ملاقات کے لئے ڈاکٹر صاحب کے ہاں حاضر ہوا۔ وہ اس وقت اپنے ایک شاگرد کے ساتھ نمازِ مغرب ادا کر رہے تھے اور خود امام تھے۔ ان کی قرأت کی آواز دروازے سے باہر صاف سنائی دے رہی تھی۔ اختتام نماز تک میں دروازے کے باہر منتظر کھڑا رہا۔ مجھے یہ دیکھ کر حیرت ہوئی کہ انھوں نے نماز سے قبل بجلی بجھادی اور نماز ختم کرتے ہی بلب پھر روشن کر دیئے۔ بعد میں یہ عقدہ کھلا کہ شیشوں سے باہر اردگرد کے لوگ نماز پڑھتے نہ دیکھیں کیونکہ اس سے ظاہر داری اور نمائشی عبادت کا پہلو نکلتا ہے۔ میں نے ڈاکٹر صاحب کو بتایا کہ آپ کا خط وزیر اعظم کو پہنچا دیا گیا ہے۔ انھوں نے بڑی دعائیں دیں اور مسجد کا مسئلہ حل ہونے پر خدا کا شکر ادا کیا۔ میں چونکہ اس بار تنہا تھا اور

ڈاکٹر صاحب کا مراکشی شاگرد اردو سے ناواقف اسلئے موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ڈاکٹر صاحب سے ایک نازک سوال کر ڈالا۔ ڈاکٹر صاحب آپ زندگی بھر قرآن و سنت کا درس دیتے رہے اور اس پر عمل بھی کرتے رہے مگر آپ نے ایک سنت پر عمل نہیں کیا یعنی سنتِ نکاح، اس کا کیا جواز ہے؟ ڈاکٹر صاحب نے ایک لمحہ کا توقف کئے بغیر کہا کہ "میں سخت گناہ گار ہوں، مجھے خود اس کا احساس ہے اور اب بڑھاپے میں تو اس کوتاہی کا بہت شدت سے احساس ہے، اللہ مجھے معاف فرمائے۔ آپ بھی میری اس کوتاہی پر معافی اور مغفرت کی دعا کیجئے، اس عمر میں اس کوتاہی کا ازالہ بھی کرنا چاہوں تو اب اس کا امکان کہاں؟" یہ کہہ کر مزید کھلے اور اصل سبب بتایا کہ ہمارے ہاں یہ کام والدینؒ کے ذمہ ہوتا ہے، میں چونکہ ایک طرف وطن سے دور، یہاں تنہا رہا اور دوسری طرف والدینؒ سے بھی محروم تھا، اس لئے خاندان میں کسی کو خیال نہ آیا۔ میں تعلیم و تحقیق میں اس درجہ منہمک اور مستغرق رہا کہ اس طرف توجہ ہی نہ گئی، بس یونہی وقت گزرتا گیا۔ یہ کوتاہی عمداً نہیں ہوئی سہواً حالات نے اس کے اسباب پیدا کر دیئے۔ میں نے دوسرا سوال تصویر سے اس درجہ گریز کے بارے میں کیا تو ڈاکٹر صاحب نے وہی جواب دیا کہ اسلام میں اس کی اجازت نہیں میں نے پاسپورٹ اور شناختی کارڈ وغیرہ کی تصویروں کا حوالہ دیا تو انہوں نے کہا کہ تصویر کو انہی ناگزیر ضروریات تک محدود رہنا چاہیئے، یہ تشہیر کا نہیں شناخت کا معاملہ ہے میں تشہیر کے لئے تصویر کی اجازت کیسے دے سکتا ہوں؟ یہ جواب تھا اس شخص کا جس کی زندگی تصویروں کے سیلاب کے درمیان گزری ہے۔ اس کا گھر آج تک ٹی وی اور ریڈیو تک کے وجود سے خالی ہے۔ ذرا غور کیجئے، اس کے گھر میں بیوی بچے ہوتے، ریڈیو اور ٹی وی ہوتے اور ٹیلی فون موجود ہوتا، تو مجموعی طور پر عمر عزیز کا کتنا حصہ ان کی نذر ہوتا اور دنیا اس عظیم محقق، مصنف اور مفسر کی کتنی قیمتی کتابوں سے اور تبلیغی خدمات کے کتنے نتائج سے محروم رہ جاتی، بظاہر یہ ایک غیر فطری اور غیر متوازن زندگی ہے، لیکن جس شخص نے زندگی کا ایک ایک لمحہ اپنے مشن کے لئے وقف کر دیا ہو، اسکے بارے میں کوئی اپنے دل سے پوچھے کہ راز حیات اس پر کھلا یا ہم پر۔

یہ انہی کی مستقل کوششوں کا نتیجہ ہے کہ آج فرانس میں عیسائیت کے بعد دوسرا بڑا مذہب اسلام ہے اور اسکی مقبولیت کی رفتار سب سے زیادہ تیز ہے۔ ◘

اہم تاریخی ماخذ جسکو نظر انداز کر دیا گیا

احمد امین :-
ترجمانی محی الدین غازی سبحانی
متعلم جامعۃ الفلاح

تاریخ اسلام کے گو بہت سے ماخذ ہیں جنکو کسی بھی دور کی تاریخ رقم کرتے وقت ملحوظ رکھا جاتا ہے مگر ایک اہم ماخذ وہ بھی ہے جس کو ہمارے تمام ہی مورخین نے نظر انداز کر دیا اور اس کے اندر موجود گرانقدر سرمایہ سے استفادہ نہیں کیا اسکی اہمیت اس وقت اور نمایاں ہو جاتی ہے جب یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس سے ایک دور کے مسلمانوں کی اجتماعی زندگی سے بھرپور واقفیت حاصل ہوتی ہے اور یہی ہماری تاریخی کتابوں کا کمزور پہلو ہے کہ یہ تو تاریخ کا اصل موضوع اور غایت شاہان مملکت سلاطین و وزراء کو بناتی ہیں رہی اس دور کے مسلمانوں کی حالت تو اس سے شناسائی ہم کو بہت کم کتابوں سے ہو پاتی ہے اور اسکا تذکرہ بھی محض ثانوی درجہ کا ہوتا ہے تو اگر وہ ماخذ جس کی جانب میں اشارہ کروں گا مسلم رعایا کے اجتماعی حالات اور انکی ذہنی حالت پر بھرپور روشنی ڈالتا ہو تو وہ یقیناً توجہ کا مستحق ہے اور اس سے غفلت برتنا درست نہیں ہے۔

وہ ماخذ ہے فقہی فتووں پر مشتمل کتابیں اسلامی کتب خانہ میں انکی ایک بڑی تعداد موجود ہے ان کتابوں کی تاریخی اہمیت اس سے اور دو چند ہو جاتی ہے کہ انکا مؤلف علم و تفقہ کے لحاظ سے اپنے دور کی سب سے بڑی شخصیت ہوتی ہے، کسی بھی اہم منصب کے لئے نگاہیں اسکی طرف متوجہ ہوتی تھیں اور جب کوئی ایسا واقعہ پیش آجاتا جس کے حکم پر لوگوں کا اختلاف ہو جاتا (خاص طور سے عظیم واقعات) تو لوگ اسی کی طرف رجوع کرتے اور فتوی پوچھتے وہ اسکی طرف فقہی مسائل ہی کے سلسلے میں رجوع نہیں کرتے تھے بلکہ وسیع ترین مفہوم میں

تمام جنائی مسائل پر فتوی دیتے تھے چنانچہ ان واقعات سے، انکی تشریح سے، انکے اسباب کی توضیح سے اور اس میں مفتیان دین کے فتوے سے ہم کو اس دور کے لوگوں کی ذہنی حالت کی اور انکی فکری بلندی کی ایک انوکھی تصویر حاصل ہوگی ۔

مثال کے طور پر اس وقت میرے سامنے ایک کتاب ہے (الفتاوی الحدیثیہ) اسکے مؤلف دسویں صدی ہجری کے مشہور امام ابن حجر الہیتمی ہیں جو سن ۹۰۹ھ میں مصر میں پیدا ہوئے جامع ازہر میں زیور تعلیم سے آراستہ ہوئے اور وہیں افتاء میں لوگوں کا مرجع بنے سن ۹۴۰ میں مکۃ المکرمہ میں قیام پذیر ہوئے عالم اسلام میں انکی شہرت کونے کونے تک پھیل گئی سن ۹۷۴ھ میں وفات پائی ۔

اس کتاب کو پڑھنے کے بعد مختلف تصویریں سامنے آتی ہیں جن سے اس صدی کے مسلمانوں کی ذہنی حالت واضح ہوتی ہے ۔

تصویر نمبر ۱:- اسلامی دنیا میں اس وقت تصوف سے متعلق دو متضاد تحریکیں چل رہی تھیں اور انکی باہم معرکہ آرائی میں مسلمانوں کا علمی ذوق تباہ ہو رہا تھا

ایک تحریک وہ تھی جس کو امام ابن تیمیہ متوفی ۷۲۸ھ نے برپا کیا تھا اور ائمہ تصوف پر (ابن عربی ابن الفارض ابن سبعین اور امام غزالی وغیرہ) سخت تنقید کی تھی انہوں نے مسلمانوں کو قرآن وسنت کی طرف پلٹنے کی اور بدعتوں (جیسے اولیاء کو وسیلہ بنانا قبروں کی زیارت کرنا وغیرہ) سے اجتناب کی دعوت دی دوسری وہ تحریک تھی جس کا تصوف پر اعتقاد تھا اور وہ صوفیاء کی کرامات پر غایت درجہ ایمان رکھتے تھے یہ دونوں تحریکیں امام ابن تیمیہ کے دور میں باہم متصادم رہیں اور اسی تصادم کے نتیجہ میں امام ابن تیمیہ کی وفات کا سانحہ پیش آیا یہ تصادم اور معرکہ آرائی دسویں صدی تک اپنے شباب پر رہی ۔

چونکہ ابن حجر بھی صوفی تھے اس لئے انہوں نے تصوف کی بھرپور تائید کی اور صوفیاء کی ہر دعوت پر ایمان لائے اور بڑی جارحیت سے امام ابن تیمیہ کو تنقید کا نشانہ بنایا ان پر الزام لگایا کہ انکی بات کا کوئی وزن نہیں اور ان کو بدعتی گمراہ جاہل وغیرہ جیسے القاب سے نوازا اور جن مذکورہ بالا ائمہ تصوف پر امام ابن تیمیہ نے تنقید کی تھی انکی خوب خوب مدح و توصیف کی

دسویں صدی ہجری میں امت کا رجحان تصوف کی طرف ہو گیا اور مخالفین کی آواز دب گئی اور عالم اسلام کی اکثریت ابن حجر کی حامی ہو گئی ابن حجر بیان کرتے ہیں کہ اس دور میں اگر کوئی عالم دین تصوف کو مانتا تھا اور صوفیاء کرام کا معتقد و مؤید ہوتا تو لوگ اسکی طرف رجوع کرتے تھے اسکی کتابوں کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے اور اس سے تبرک حاصل کرتے تھے جیسے امام زکریا الانصاری لیکن اگر وہ ائمہ تصوف کے کسی بھی قول کا منکر ہو جاتا تو لوگ اس سے اعراض کرتے اور اس سے کنارہ کشی اختیار کر لیتے جیسے امام البقاعی جو کہ چوٹی کے عالم تھے علم و ذہانت اور حسن عبارت میں نابغہ روزگار تھے قرآن اور اسکی مناسبت پر انہوں نے کئی کتابیں تالیف کی تھیں ابن حجر نے انکے بارے میں لکھا ہے کہ اگر وہ شیخ زکریا نے لکھی ہوتیں تو ان کو سونے کے پانی سے لکھا جاتا لیکن چونکہ امام البقاعی ائمہ تصوف پر اعتراض اور تنقید کرتے تھے انکے خلاف کتابیں لکھتے تھے اس لئے عوام انکے خلاف بھڑک اٹھے ان پر کفر کا فتوی لگا انکے خون کو حلال قرار دیا گیا مگر پھر اہل اقتدار بیچ میں پڑے ان سے توبہ کرا کر انکے اسلام کی تجدید کرائی گئی اسکے بعد ایک عالم دین انکے یہاں گئے ان کو اکیلا پا کر پیر سے جوتا نکالا اور بے تحاشہ انکے سر پر مارنے لگے یہاں تک کہ مرنے کے قریب ہو گئے

تصویر نمبر ۲:- اس دور میں لڑکی کی تعلیم موضوع گفتگو بنی ہوئی تھی چنانچہ ابن حجر سے اس مسئلہ پر فتوی مانگا گیا آپ نے فتوی دیا کہ اس کو تعلیم دی جا سکتی ہے

مگر فن کتابت سے ناآشنا رکھا جائے گا اور اپنے حق میں ایک روایت بیان کرتے ہیں کہ حضرت لقمان ایک لڑکی کے پاس سے گذرے جس کو لکھنا سکھایا جا رہا تھا آپ نے فرمایا اس تلوار کو کس کے لئے تیز کیا جا رہا ہے یعنی لکھنا سکھایا جا رہا ہے تاکہ وہ کسی کو ذبح کرے امام صاحب توضیح کرتے ہیں کہ اگر عورت کو لکھنا سکھا دیا گیا تو وہ اس کے ذریعہ گندے مقاصد کی تکمیل کرے گی کیونکہ وہ باتیں جن کو وہ زبانی کسی قاصد کے ذریعہ نہیں پہنچا سکتی انکو وہ لکھ کر بھیج سکتی ہے پھر وہ کہتے ہیں کہ تعلیم کتابت سے ممانعت (کا یہ مطلب نہیں ہے کہ قرآن وحدیث اور دیگر آداب واخلاق کی تعلیم نہیں دی جائے کیونکہ بر خلاف فن کتابت کے اسمیں عوام کا فائدہ بھی ہے اور کسی فساد اور بگاڑ کے پیدا ہونے کا اندیشہ بھی نہیں ہے

تصویر نمبر ۳:۔ عوام کے درمیان ضعیف اور موضوع احادیث کی بھرمار تھی یہ احادیث کھانے پینے اور نکاح وطب کے متعلق انتہائی باریک چیزوں اور احکام پر مشتمل ہوتی تھیں لوگوں کی فکر اور اخلاق پر ان کا مکمل تسلط تھا اور جب کچھ بیدار مغز دینی حمیت سے مجبور ہو کر مفتیان دین کی طرف رجوع کرتے تو بجائے اس کے کہ کسی روایت کے ضعف سے واقف ہونے کے بعد اس کو ضعیف ٹھہرا دیں اور اس کی صحت کا انکار کر دیں وہ اکثر ضعیف روایتوں میں راہ فرار تلاش کرنے کی کوشش کرتے تھے چنانچہ کہتے ہیں کہ اس کو فلاں نے اپنی کتاب میں بیان کیا ہے اور فلاں نے اسکو اپنی مسند میں روایت کیا ہے وہ شاذ و نادر ہی کسی ضعیف یا موضوع روایت کے ضعف یا وضع کو تسلیم کرتے تھے اور ان کو چھوڑ دیتے تھے کہ لوگوں کی عقل کو تباہ کریں اور ان کے اخلاق کو بگاڑیں

تصویر نمبر ۴:۔ اس دور کے فقہاء اور محدثین کا حال یہ تھا کہ وہ یہ تسلیم کرنے کے لئے تیار ہی نہیں تھے کہ جن علوم سے وہ واقف ہیں ان کے علاوہ بھی لاتعداد علوم ہیں اور جن مضامین پر انہوں نے اختصاص کیا ہے اس کے علاوہ بھی کچھ اختصاص طلب مضامین ہیں انکا ایمان تو بس یہ تھا کہ قرآن اور حدیث ہر سوال کا جواب دینے کے لئے کافی ہیں چاہے ان سوالات کا تعلق عہد قدیم کی تاریخ سے ہو یا فن طب سے، علم الافلاک سے ہو یا زمین کے طبقات سے یا اور کسی علم سے، اور ہوتا یہ تھا کہ جب کسی مفتی سے اس قسم کا سوال کیا جاتا تو وہ اپنی کتابوں کے اوراق پلٹتے تھے کہ کوئی ضعیف روایت یا پرانے بزرگ کا قول مل جائے اور وہی انکا جواب ہوتا تھا ہی نہیں بلکہ وہی قول فیصل اور حرف آخر ہوا کرتا تھا۔ امام ابن حجر سے پوچھا گیا چاند کے اندر جو سیاہی ہے وہ کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ حضرت علیؓ سے بھی یہ پوچھا گیا تھا انہوں نے جواب دیا تھا کہ حضرت جبرئیلؑ کے پر کے پونچھنے کا نشان ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے سورج کی طرح چاند کی روشنی کے بھی ستر حصے پیدا کئے تھے پھر حضرت جبرئیل نے اپنا پر پھیر کر انہتر حصے مٹا دئے اور ان کو سورج کی طرف منتقل کر دیا جس کے باعث چاند کی دھوپ ختم ہو گئی اور روشنی باقی رہی۔

کسی سوال کا جواب وہ یہ دیتے رہے چاند فلک کی مسافت ایک مہینہ میں طے کرتا ہے

اور سورج اسی کو بارہ مہینہ میں طے کرتا ہے کھانے پینے کی چیزوں تک بھی انکے فتوے ہیں کہ کیا مناسب ہے اور کیا نا مناسب ہے اس کے علاوہ انبیاء کے درمیان کا وقفہ حضرت سلیمانؑ کی بیویوں اور لونڈیوں کی تعداد میں بھی فتوے دیتے تھے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ لوگ اختصاص کے ذریعہ علم کا احترام نہیں کرتے تھے۔

تصویر نمبر ۵:۔ اس دور کے عوام وقت کی قیمت بھول چکے تھے وہ ہر وقت فالتو اور بے مصرف رہتے تھے اپنے خالی اوقات فضولیات میں گنواتے تھے توہمات پر بحثیں کرتے ایسی چیزوں کے بارے میں سوالات اور غور و فکر کرتے تھے جن سے آشنائی ممکن نہیں ہے۔

آپس میں ان کے سوالات اور ان کی گفتگو کے موضوع اس طرح کے ہوتے تھے کہ کیا جنات سے شادی کرنا درست ہے؟ کیا جنوں سے حدیث بیان کرنا صحیح ہے؟ فرشتے ایک مرتبہ پیدا کئے گئے یا کئی مرتبہ ہیں؟ کیا جن فرشتوں کی شکل اختیار کر سکتے ہیں؟ کیا مومن جن جنت میں داخل ہوں گے؟ کیا جن کے پیچھے نماز درست ہو گی؟

تصویر نمبر ۶:۔ اس دور کی جہالت انتہائی قابل رحم تھی عوام تو کجا خواص بھی جہالت کے بدترین اثرات سے محفوظ نہیں رہ سکے تھے غیب دانی کرامات جنوں پر قبضہ بدو کا تصور اور اسی طرح کے لاتعداد مشرکانہ تصورات دسویں صدی میں مسلمانوں کے درمیان عام ہو گئے تھے اور ان پر اعتقاد زمانے کے گذرنے کے ساتھ ساتھ پختہ تر ہوتا تھا ان کو اپنی زندگی میں سنجیدگی حاصل نہ ہوئی نتیجتاً وہ اغیار کے لئے سامان مذاق بن گئے انکی عقل کو روشن کرنے والے مشعل بردار میسر نہیں تھے نتیجہ وہ بے وقوف ہو گئے اور آج تک انکے بعد کی نسلیں ان قرضوں سے دبے ہوئے ترکہ کی وارث بنتی چلی آئی ہیں اور جب کوئی مصلح یا مجدد ان نقوش کو مٹانے کی اور اس بوجھ کو اس امت سے اتارنے کی کوشش کرتا ہے تو اسے سخت آزمائشوں سے گذرنا پڑتا ہے دائرہ حیات اس پر تنگ کر دیا جاتا ہے قارئین کرام! اس کے بعد شاید آپ اس سے اتفاق کریں گے کہ مورخین نے تاریخ رقم کرتے وقت اس اہم ماخذ کو نظر انداز کر کے انصاف نہیں کیا۔

توجہ مطلوب ہے

عبدالبر اثری فلاحی

طلبہ اور ان کے سرپرستوں سے

امام شافعیؒ اپنے استاد کے گھر تین دن ٹھہرے چوتھے دن وہاں سے چلے اور مکہ کی طرف روانہ ہو گئے گھوڑے، خچر، لباس کے جوڑے، غلہ، درہم اور دینار ساتھ تھے۔ امام شافعیؒ جب گھر سے چلے تھے تو اس وقت انکے پاس دو چادروں کے علاوہ اور کچھ نہ تھا آج وہ اس ٹھاٹھ سے مکہ تشریف لے جا رہے تھے۔ ماں کو پہلے سے خط لکھ دیا تھا وہ انکے انتظار میں تھیں روز اپنی خالہ زاد بہنوں اور دوسری عورتوں کے ساتھ راستہ دیکھتیں۔

امام شافعیؒ اس سامان کے ساتھ مکہ کے پاس پہنچے تو مکہ کے باہر ماں ملیں ماں نے بڑھ کر بیٹے کو گلے سے لگا لیا وہ بہت خوش ہوئیں لیکن تھوڑی ہی دیر کے بعد ماں اداس ہو گئیں۔ امام شافعیؒ نے اداس ہونے کی وجہ پوچھی کہنے لگیں، "بیٹا! میں نے تجھے علم حاصل کرنے کیلئے بھیجا تھا تو تو مال لیکر آیا ہے"۔

یہ سن کر امام شافعیؒ نے اپنے سفر کا پورا حال سنایا اور کہا کہ یہ سب امام مالکؒ نے دیا ہے کہنے لگیں "بیٹا دولت غرور پیدا کرتی ہے کیا تو یہ چاہتا ہے کہ اپنے چچا کے بیٹوں پر رعب جتائے اور ان کو اپنے سے کم سمجھے"۔ "تو حکم دیجئے کیا کروں"۔ امام شافعیؒ نے ماں سے پوچھا۔ "بیٹا! خدا کی راہ میں خیرات کر دے اور خدا کے گھر میں (کعبہ میں) فقیر بن کر چل"۔

لیجئے اعلان ہو گیا کہ بھوکے آئیں غلہ لے جائیں ننگے آئیں کپڑے لے جائیں غریب آئیں اور درہم و دینار لے جائیں جسے جس چیز کی ضرورت ہو آکر لے جائیں۔

دیکھتے ہی دیکھتے اسی جگہ سارا سامان خیرات کر دیا اب جو چلے تو امام شافعیؒ کے پاس ایک خچر اور پچاس دینار تھے اور کوئی فقیر نہ تھا مکے میں داخل ہوئے اچانک کوڑا ہاتھ سے چھوٹ کر گرا ایک لونڈی پانی لے جا رہی تھی اس نے دیکھ لیا اس نے کوڑا اٹھا کر دیدیا امام صاحب نے پانچ دینار اسے انعام دیئے ماں نے کہا، بیٹا! کیا تیرے پاس ابھی پانچ دینار تھے جواب

دیا، نہیں میرے پاس پچاس دینار تھے پانچ اسے دیدیا باقی رکھ لیے آپ کے کام آئیں گے"۔ ماں نے پھر کہا، "ارے بیٹا! ان دیناروں پر اتنا بھروسہ اور وہ جو سب کچھ دینے والا ہے اس خدا پر بھروسہ نہیں۔ نکال سارے دینار اور دے اس لونڈی کو"۔

امام صاحب نے باقی دینار بھی اس لونڈی کو دیئے اور اب گھر میں جب پہنچے تو خالی ہاتھ تھے امام صاحب اور ماں کی یہ بات امام مالکؒ نے سنی تو امام شافعیؒ کو مبارکباد کہلا بھیجی اور یہ بھی کہلایا کہ آپ دین کا علم پھیلانے میں لگ جائیں میں نے جو کچھ آپکو دیا ہے وہ ہر سال آپ کو بھیجتا رہوں گا۔ ان شاء اللہ"۔

(ہمارے بزرگ از مائل خیر آبادی ج ص۵۵ مرکزی مکتبہ اسلامی دہلی)

آج اگر اس بات کا سروے کیا جائے کہ سرپرست اپنے بچوں کو تعلیم کیوں دلاتے ہیں؟ انکی تمنا اور انکی خواہش کیا ہوتی ہے؟ تو تقریباً سو فیصد رپورٹ یہ سامنے آئے گی کہ وہ ایسا اس لئے کرتے ہیں تاکہ انکا لخت جگر تعلیم کی بنیاد پر زیادہ سے زیادہ پیسہ کما کر خوشحال زندگی گذار سکے اور سماج میں اسکی ناک مالدار ہونے کی وجہ سے اونچی رہے۔ لیکن کیا حصول تعلیم کی یہ غرض صحیح ہے؟ کیا سرپرستوں کا یہ انداز فکر مثبت ہے؟ اور کیا علم جیسی اعلیٰ وارفع اور پاکیزہ شئے کو اس گھٹیا مقصد کے تحت حاصل کرنا انسان کو زیب دیتا ہے؟

امام شافعیؒ کا یہ واقعہ ہمیں یہ بتاتا ہے کہ ایسا ہرگز مناسب نہیں خود طالب علم کو اس طرح کے حقیر مقاصد کو مطمح نظر نہیں بنانا چاہیے اور اگر خدانخواستہ طالب علم اس طرح کے حقیر مقاصد میں الجھ جائے یا اس کے الجھ جانے کا اندیشہ ہو تو کم از کم سرپرستوں کو حصول علم کے اصل مقصد کو سامنے رکھنا چاہیے اور طالب علم کو صحیح رخ پر لے چلنے کی کوشش کرنا چاہیے اسے اس کا اصل مقصد یاد دلانا چاہیے جیسا کہ امام شافعیؒ کی والدہ محترمہ نے کیا تھا۔

کیا ہے کوئی سرپرست جو آج اس طرح کے مواقع پر اپنے بچوں سے کہہ سکے "بیٹا میں نے تجھے علم حاصل کرنے کیلئے بھیجا تھا تو تو مال لے کر آیا ہے" یا مال کے چکر میں پڑ گیا ہے

یہ بھی یاد رہے کہ اس طرح کے حقیر مقاصد اپنانا یا اسطرح کے قصد و ارادہ سے حاصل کرنا تو دور کی بات ہے اگر اللہ تعالیٰ اخلاص کے ساتھ حصول علم کے بعد علم کی بدولت بلا

بقیہ ص ۳۴ پر

حسرتِ طیبہ

حسرتِ طیبہ دل میں مکیں ہے مگر دن وہ قسمت نہ لائے تو میں کیا کروں؟
کارواں حاجیوں کا رواں دیکھ کر آنکھ آنسو بہائے تو میں کیا کروں؟

روز و شب اور صبح و مسا ہر گھڑی، دید کعبہ کی لب پہ دعا ہے مری
وائے افسوس باب اثر تک مگر یہ دعا جا نہ پائے تو میں کیا کروں؟

پھول، شبنم، ستارے، شجر، چاندنی، فرحتِ دل سکونِ نظر ہے مگر
ارضِ طیبہ کی دل میں ہو ایسی لگن چین دل کو نہ آئے تو میں کیا کروں؟

موسمِ حج ہر اک سال آتا ہے گر، عزمِ طیبہ مرا بھی ہے راسخ، مگر
وہ برس جس کی خاطر ہے دل میں تڑپ، وہ برس جب نہ آئے تو میں کیا کروں؟

اس حقیقت سے میں بھی ہوں گو باخبر، زیست کے اور بھی ہیں تقاضے مگر
عزمِ کعبہ تصور میں ہو اس طرح، کچھ بھی دل کو نہ بھائے تو میں کیا کروں؟

گرچہ حالات اپنے موافق نہیں، پاس رختِ سفر کچھ نہیں، پر عطا
آتشِ عشقِ طیبہ جو سینے میں ہے، وہ اگر بجھ نہ پائے تو میں کیا کروں؟

عطا عابدی

غزلیں

شمسی دو گھروی • ادریس ضیاء
کلاتھ مارکیٹ، اقبال پور (بدایوں)

سازش یہ بے نقاب ہوئی آسمان کی
چھت بہہ گئی ہے پانی میں کچے مکان کی

دل سے جو بات بول گئی پوری ہو گئی
تاثیر دیکھی میں نے یہ ماں کی زبان کی

اب سر پھری ہواؤں سے ڈرتا ہے جب بہت
جو میں نے کر لیا اونچی اڑان کی

واپس ہوا سفر سے تو ماں نے بلائیں لیں
محسوس کچھ نہ پھر ہوئی شدت تھکان کی

اللہ جانے ٹوٹ کے کب سر پہ آ گرے
کب تک مناؤں خیر میں اس سائبان کی

اس ماں کے حال زار کو شمسی نہ پوچھئے
میت ہو جس کے سامنے بیٹا جوان کی

در در پھرے سکون کا لمحہ نہیں ملا
تیری گلی کے بعد اجالا نہیں ملا

جھونکے نئی ہوا کے حیا چھین لے گئے
سر پہ کسی بہن کے دوپٹہ نہیں ملا

اس پر امیر شہر کا نازل ہوا عتاب
جس شخص کے لبوں پہ قصیدہ نہیں ملا

تھا جن میں حوصلہ وہ سمندر کے پار تھیں
کم ور کشتیوں کو کنارہ نہیں ملا

بچتے بھی اس کے وار سے پیٹھ پر ہوئے
دشمن ہمیں ملا بھی تو اچھا نہیں ملا

ہم بھی ضیا سے کرتے کوئی خاص گفتگو
لیکن کبھی ہمیں وہ اکیلا نہیں ملا

اخبارِ علمیہ

ابن العلم فلاحی کے قلم سے۔

الیکٹرانک مترجم

اب وہ دن دور نہیں جب الیکٹرانک مترجم بین الاقوامی کانفرنسوں اور مختلف ملکوں کے سربراہوں کی ملاقات میں ترجمانی کے فرائض انجام دیتے نظر آئیں گے اس منصوبے پر تحقیق کرنے والے گروپ کے لڈوگ ہٹزن برگر کہتے ہیں کہ الیکٹرانک مترجم کسی سائنسی ناول کا تصور نہیں بلکہ ٹھوس حقیقت ہے جو کچھ عرصے بعد منظرِ عام پر آجائے گی۔ بون (جرمنی) میں سائنسی تحقیق کی وزارت اس منصوبے میں ہٹزن برگر گروپ کی مالی مدد کر رہی ہے گروپ اس آلے کی آزمائش کے سلسلے میں کام کر رہا ہے جو ویجنس برگ یونیورسٹی کے سائنس داں دوسری یونیورسٹیوں اور نجی کمپنیوں کے تعاون سے مکمل کر رہے ہیں۔

اس آلے یعنی الیکٹرانک مترجم کو اس طرح ڈیزائن کیا جا رہا ہے کہ اس میں بول چال کے الفاظ ذخیرہ ہوں گے جن کی بنیاد پر ایک زبان کے فقرے کا دوسری زبان میں ترجمہ ہوگا اور پھر وہ فقرہ سنائی دے گا ایک نئے پروگرام اور خصوصی ٹیکنالوجی کی مدد سے کمپیوٹر اس وقت بھی انسانی آوازوں کا مفہوم سمجھ سکتے ہیں ہٹزن برگر کہتے ہیں کہ کمپیوٹر میں ایک آلہ استعمال کیا جاتا ہے جو آوازوں اور الفاظ کو ڈی کوڈ (DECODE) کر کے انکا مطلب اور مفہوم کمپیوٹر کو سمجھاتا ہے ذخیرہ الفاظ میں ریکارڈ ہونے والی آوازوں کو بول چال کے الفاظ میں منتقل کیا جا سکتا ہے ماہرین کہتے ہیں کہ ایسا الیکٹرانک مترجم مارکیٹ میں آنے میں تقریباً دس برس لگیں گے جو عام بریف کیس میں سما سکے

ویجنس برگ یونیورسٹی میں لسانی معلومات سائنس کے پروفیسر یورگن کراؤسے کا کہنا ہے کہ دس سال میں ٹیلی فون کا ایسا نظام وجود میں آجائے گا جس کے ذریعے اگر کوئی شخص کمپیوٹر سے سوال کرے گا تو وہ باقاعدہ بول کر جواب دے گا لیکن ابھی سائنس داں کمپیوٹر

کے "کان" کو مزید بہتر اور موثر بنانے کی کوششوں میں مصروف ہیں تاکہ وہ مختلف الفاظ کے تلفظ کو بالکل صحیح سمجھ سکے، ہٹزن برگر کا کہنا ہے کہ خصوصی آلات سے لیس کمپیوٹر کسی خاص فرد کے بولے ہوئے ۲۰ ہزار تک الفاظ سمجھ سکتا ہے ویجنس برگ کمپیوٹر سائنس والوں کے بقول کسی کی زبان سے ادا شدہ الفاظ کا ذخیرہ کرنے اور انہیں سمجھنے کے نظام سے لیس جو کمپیوٹر اس وقت دستیاب ہیں ان میں یادداشت یا الفاظ رکھنے کی صلاحیت محدود ہے ایک خصوصی کمپیوٹر جلد ہی مارکیٹ میں آجائے گا اس نظام کے تحت ڈاکٹر اپنے مریض کا ایکسرے ٹوموگراف دیکھ کر اپنا تجزیہ اور رائے کمپیوٹر میں محفوظ کر سکیں گے اس نظام پر مبنی کمپیوٹر چند ماہ میں اٹلی کی مارکیٹ میں آجائے گا

(اردو ڈائجسٹ لاہور مارچ ۱۹۹۲ء صفحہ ۲۲۴)

یروشلم کے اسلامی آثار کے تحفظ کیلئے انجمن

تنظیم برائے اسلامی کانفرنس سے منسلک تنظیم برائے اسلامی تعلیم، سائنس و ثقافت (ISESCO) نے ایک ذیلی انجمن تشکیل دی ہے جو بیت المقدس اور اس کے اطراف میں موجود اسلامی آثار اور یروشلم کی ثقافت کا تحفظ کرے گی انجمن کے اعلامیہ کے بموجب اس مقصد کے حصول کیلئے وہ جلد ہی ایک بین الاقوامی سیمینار منعقد کرنے جا رہی ہے جس میں مسلم اور عیسائی نمائندوں کو مدعو کیا جائے گا۔

تنظیم کے اولین کاموں میں یہ امر بھی شامل ہے کہ بیت المقدس کے معاملے سے دلچسپی رکھنے والے اداروں اور تنظیموں سے رابطہ قائم کیا جائے گا اور یروشلم کے تعلیمی ثقافتی مسائل کے تعلق سے ان خیالات اور قراردادوں کا جائزہ لے کر مقدس شہر پر تحریر کردہ کتابوں اور مقالوں کی فہرست ترتیب دی جائے گی اور اس میں مختلف ممالک کے نمائندوں کو شامل کیا جائے گا

(سہ روزہ دعوت دہلی ۲۲ اپریل ۱۹۹۲ء صفحہ ۹)

مکمل بائیبل ۱۰۳۰ زبانوں میں دستیاب

مکمل بائیبل ۳۱۰ زبانوں میں دستیاب ہے جزوی طور پر

۱۹۰۷ زبانوں میں اس کا ترجمہ ہو چکا ہے گویا دنیا بھر میں سب سے زیادہ بائبلیں برآمد کرتا ہے پچھلے سال ۱۹۱۱ زبانوں میں ۳۴ لاکھ نسخے ۹۰ ممالک کو بھیجے گئے۔

(اردو ڈائجسٹ لاہور اپریل ۱۹۹۲ء صفحہ ۱۵۲)

نوے سال پرانا قرآن پاک کا نہایت چھوٹا نسخہ ۲۰ دسمبر کو روزنامہ نوائے وقت کراچی میں ایک خبر شائع ہوئی جس میں بتایا گیا تھا کہ جنوبی چین میں بہت ہی چھوٹا اور نادر قرآن مجید پایا گیا ہے اخبار ڈیلی چائنا کے مطابق یہ قرآن دو عشاریہ سات سینٹی میٹر لمبا اور دو چوڑا ہے یہ چین کے صوبہ ہی جوان کے شہر یان ڈو میں پایا گیا ہے اخبار میں مذکورہ قرآن مجید کی تصویر بھی شائع ہوئی ہے اس قرآن کی ضخامت ایک سینٹی میٹر اور وزن چھ گرام ہے

نوائے وقت کی اس خبر کو پڑھ کر فیڈرل بی ایریا کے جناب عبدالحمید صاحب ایک نہایت چھوٹا قرآن مجید ایک خوبصورت لیکن قدیم طرز کی ڈبیا میں لے کر دفتر تکبیر آئے یہ قرآن سائز میں جنوبی چین میں پائے جانے والے قرآن مجید سے بھی چھوٹا ہے اسکی لمبائی دو سینٹی میٹر اور چوڑائی ایک سینٹی میٹر ہے اگرچہ آج کل ایسے چھوٹے قرآن مجید عام ہیں۔۔۔۔ لیکن عبدالحمید صاحب کے مطابق یہ قرآن مجید تقریباً نوے سال پرانا ہے اس وقت نہ تو طباعت کی آسانیاں موجود تھیں اور نہ ہی REDUCTION کی سہولتیں میسر تھیں جناب عبدالحمید صاحب نے بتایا کہ نوے سال قبل انکے دادا حاجی منشی کریم بخش حج سے واپسی پر مکہ سے یہ قرآن مجید ساتھ لائے تھے یہ قرآن مجید محدب عدسے سے پڑھا جا سکتا ہے اگر یہ قرآن مجید نوے سال پرانا ہے تو یہ بات معجزے سے کم نہیں کہ اس دور میں اتنی باریک کتابت کیسے ممکن ہوئی عبدالحمید صاحب کا کہنا ہے کہ اگر کوئی صاحب اس قرآن مجید کو دیکھنا چاہیں تو انکے گھر واقع R-۲۵/۱۹ بلاک ۱۹ فیڈرل بی ایریا میں دیکھ سکتے ہیں۔

(ہفت روزہ تکبیر کراچی ۲۳ اپریل ۱۹۹۲ء صفحہ ۳۰)

تنظیم اساتذہ پاکستان کا مرکزی اجتماع ارکان تنظیم اساتذہ پاکستان کے ایک پریس ریلیز کے مطابق تنظیم کا سالانہ اجتماع ارکان ۲۶ تا ۲۸ دسمبر ۱۹۹۲ء لاہور میں ہوگا جسکے اختتام پر

ایک بھرپور تعلیمی کانفرنس منعقد کی جائے گی اسکے علاوہ اپریل کے آخر میں شرح خواندگی میں اضافہ کیلئے عشرہ تعلیم منایا جائے گا۔

(ماہنامہ افکار معلم لاہور اپریل ۱۹۹۲ء صفحہ ۶۰-۶۱)

اعتراف حقیقت برڈرگرام اسکول برلن کے ایک سروے سے، جہاں ۹۱-۱۹۹۰ء میں پہلی بار جداگانہ تعلیمی نظام اپنایا گیا، یہ انکشاف ہوا کہ زیادہ تر لڑکیاں اس نظام کی حمایت کرتی ہیں اکثر کے جوابات تھے، ۔۔۔ میں اپنی بات کہنے میں خود کو زیادہ پُر اعتماد محسوس کرتی ہوں یا بے محابا ہنسی مذاق اور چھیڑ چھاڑ سے محفوظ رہتی ہیں۔

ایک برلن کمپری ہینسو سکول کے استاد نے بتایا کہ جداگانہ تعلیم کی صورت میں لڑکے بھی اپنے اسباق پر زیادہ توجہ دے کر فائدہ میں رہتے ہیں وہ کھل کر اپنی بات کہتے ہیں اپنی ذہنی الجھنیں سنجیدگی سے بیان کرتے ہیں بعض لڑکوں نے کہا کہ لڑکیوں کی غیر موجودگی کے باعث وہ گمراہ ہونے سے بچ جاتے ہیں (دی جرمن ٹریبون ۸ مارچ ۱۹۹۲ء بحوالہ [illegible] - DERTAG برلن ۲۴ فروری ۱۹۹۲ء)

(اردو ڈائجسٹ لاہور اپریل ۱۹۹۲ء صفحہ ۱۱۹)

بقیہ:- توجہ مطلوب ہے۔

بلا خواہش کے بہت کچھ فراہم بھی کر دے تو بھی اسے اللہ کی راہ میں لٹا دینا چاہئے نہ کہ اسے اپنا حق سمجھ کر جمع رکھنا چاہئے اور اگر کسی واقعی ضرورت کے تحت وہ جمع کرنا بھی چاہے تو ماں باپ کو اپنی حاجتوں اور ضرورتوں کے علی الرغم توکل علی اللہ سے کام لینا چاہئے اور بیٹوں کو مال کی محبت سے بچانے کیلئے انفاق فی سبیل اللہ کی ترغیب دینا چاہئے جیسا کہ امام شافعی کی والدہ نے کہا تھا "اے بیٹا ان دیناروں پر اتنا بھروسہ اور وہ جو سب کچھ دینے والا ہے اس خدا پر بھروسہ نہیں نکال ساری دینار اور دے اس لونڈی کو"۔

کیا آپ کچھ ایسے سرپرست جو یہ نمونہ پیش کر سکیں اگر نہیں۔۔۔ تو پھر کیسے وہ امام شافعی جیسا سپوت دنیا کے حوالے کر سکتے ہیں؟۔

تعارف وتبصرہ

عبدالباری فلاحی

نام کتاب ـــــ نصوص من الحدیث النبوی الشریف
مؤلف ـــــ ڈاکٹر ف عبدالرحیم استاذ جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ
ضخامت ـــــ ۱۲۶ صفحات قیمت : ۴۰ روپئے
ناشر ـــــ اسلامک فاؤنڈیشن ٹرسٹ ۷۸، پرمبور ہائی روڈ مدراس ۶۰۰۰۱۲

اس حقیقت سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ کلام اللہ کے بعد سب سے زیادہ فصیح و بلیغ کلام کلامِ نبوی ہے اور وہ عربی ادب سکھانے پڑھانے کیلئے بھی بہترین ذریعہ بن سکتا ہے لیکن عملاً کبھی اس کی طرف کوئی خاص توجہ نہیں دی گئی جزئی طور پر تو بہت سی چیزیں اپنائی گئیں اور فائدہ اٹھایا گیا لیکن جس انداز سے محترم ڈاکٹر ف عبدالرحیم صاحب نے کوشش کی ہے وہ اپنی نوعیت کی منفرد اور میرے علم کی حد تک پہلی کوشش ہے کہ عربی سکھانے کیلئے صرف احادیث کے ذخیرہ کو اس انداز سے پیش کیا جائے کہ اس میں تعلیم کا عصری اسلوب بھی جھلکے. معانی اور قواعد نحو و صرف بھی سکھائے جائیں اور تعلیم کے فطری تدریج کا بھرپور اہتمام بھی ہو۔

اس پہلو سے بھی یہ ایک فالِ نیک ہے کہ ادب کے نام پر جو خرافات اور بے مقصد چیزیں پڑھائی جاتی ہیں اور اس سے جو نتائج برآمد ہوتے ہیں ان کے مقابلے میں یہ ایک مثبت اور تعمیری اسلامی ذہن پیدا کرتا ہے اور نئی نسل کو اگر ابتدا ہی سے اس رخ پر لے جایا جائے تو روشن مستقبل کے امکانات دوچند ہو جاتے ہیں۔

یقیناً محترم ڈاکٹر صاحب اپنی اس کوشش کیلئے پوری امت کی طرف سے شکریہ

اور مبارکباد کے مستحق ہیں لیکن میری سمجھ سے یہ کام ابھی ناقص ہے اور اس نقص کی تکمیل انہیں کرنی چاہیئے نقص یہ ہے کہ یہ کتاب ہے تو مفید، اس سے دینی مدارس کو بھرپور اور ضرور استفادہ کرنا چاہیئے لیکن مشکل یہ ہے کہ یہ کتاب بالکل ابتدائی مرحلے میں نہیں پڑھائی جا سکتی بلکہ کچھ شدبد کے بعد ہی اسے پڑھایا جا سکتا ہے تو پہلی ضرورت ہے کہ اس نوعیت کی پہلے مرحلے کیلئے بھی ایک کتاب تیار ہو پھر اس کے بعد اسے پڑھایا جائے اسی طرح اس کتاب کو پڑھانے کے بعد اگلے مرحلے کیلئے بھی اسی نوعیت کی اونچے معیار کی دوسری کتاب ہونی چاہیئے تاکہ اسے پڑھنے کے بعد پورے طور پر عربی زبان پر دسترس حاصل ہو جائے جب تک یہ کمی پوری نہیں ہوتی اس وقت تک سپلیمنٹری (ضمنی) کتاب کی حیثیت سے تو نصاب میں رکھا جا سکتا ہے لیکن بنیادی کتاب کی حیثیت سے رکھنا مفید نہ ہوگا لہٰذا میں یہ چاہوں گا کہ محترم ڈاکٹر صاحب اسے مکمل کر دیں تاکہ مدارس کی ایک اہم ضرورت پوری ہو سکے اور دوسروں سے یہ چاہوں گا کہ غنیمت سمجھتے ہوئے جس طور سے بھی اس سے استفادہ کر سکتے ہوں ضرور کریں۔

بعض غلطیاں بھی نظر آئیں غالباً وہ غلط کتابت کی وجہ سے ہیں ان کی بھی اصلاح نہایت ضروری ہے کیونکہ نصابی کتابوں کی غلطیاں نسبتاً زیادہ سنگین ہوتی ہیں چند مثالیں ملاحظہ ہوں

(۱) صفحہ ۲۲ پر تمرین ۶ کے تحت "ابن" کے ہمزہ کی کتابت کے سلسلے میں جو بات سمجھائی گئی ہے وہ کتابت کی غلطی کی وجہ سے سمجھنا دشوار ہے یعنی یہ کہ پانچویں سطر میں "ولا یحذف فی مثال الحسن ابن ...." لکھا ہے حالانکہ اصول کو سمجھانے کیلئے لفظ "ابن" اگلی لائن کے شروع میں لکھا جانا چاہیئے تھا

(۲) صفحہ ۸۸ پر "عن ابی عبد الرحمن عبد اللہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ" لکھا ہے حالانکہ "عن ابی عبد الرحمن عبد اللہ" کے بعد "بن" کا لفظ ہونا چاہیئے جو چھوٹ گیا ہے

(۳) صفحہ ۱۱۱ کے چھٹی سطر کا حاشیہ اس صفحے کے نیچے ہونا چاہیئے تھا جبکہ اسے صفحہ ۱۱۲ کے [illegible]

— نور محمد فلاحی —

جامعہ کے لیل و نہار

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے جامعہ نے نئے تعلیمی سال کا ایک ماہ پورا کر لیا اساتذہ وطلبہ تعلیم و تعلم میں مصروف ہیں تو ذمہ داران جامعہ اسکے لئے موزوں وسائل و ذرائع فراہم کرنے کے لئے کوشاں اللہ تعالیٰ انھیں ہمت و طاقت دے اور خلوص سے کام کرنے کا جذبہ و قوت عطا کرے آمین ۔

جمعیۃ الطلبہ کا انتخاب

جامعۃ الفلاح جسطرح طلبہ کی تعلیم پر توجہ دیتا ہے اسی طرح انکی تربیت پر بھی خصوصی نظر رکھتا ہے چنانچہ طلبہ کی تربیت کے پیش نظر یہاں جمعیۃ الطلبہ قائم ہے جس کے تحت تقریر و تحریر باغبانی و کھیل مطبخ میں کھانا کھلانے کا پورا نظم ۔ خدمت خلق و تیمارداری ، صفائی ستھرائی ، لائبریری و دارالمطالعہ و اسٹور وغیرہ کی جملہ ذمہ داریاں طلبہ کے سپرد ہوتی ہیں ۔ وہ ہر سال اپنے ساتھیوں کا انتخاب کرتے ہیں اور مختلف شعبوں کے کام کی تربیت حاصل کرنے کا موقع فراہم کرتے ہیں ، اللہ کا شکر ہے کہ منتخب طلبہ پورے خلوص و للہیت اور خدمت کے جذبہ کے تحت اپنے فرائض بحسن و خوبی انجام دیتے ہیں ۔

امسال کیلئے جن حضرات کا انتخاب عمل میں آیا وہ یہ ہیں ۔

سکریٹری جمعیۃ الطلبہ	ابو صالح ، اعظم گڈھ
معتمد خطابت اردو	امتیاز احمد ، مالیگاؤں
" " عربی	مرزا عابد بیگ ، آندھرا پردیش
" " انگلش	غلام نبی لون کشمیر ۔
" لائبریری	اقبال احمد ، مدھیہ پردیش

معتمد اخبارات و رسائل	مطیع اللہ جوہر بستی ۔
" مطبخ و طعام گاہ	صداقت حسین ، بہار ۔
" اسٹور	عبدالقادر ، کانپور ۔
" گیم	مرزا جاوید بیگ آندھرا پردیش
" خدمت خلق	نظام الدین نیپال
" صفائی و باغبانی	محمد اشرف وار کشمیر ۔
" اردو خطابت (عربی ہفتم)	عطریف شہباز
معتمد اردو خطابت (عربی پنجم) ...	قاسم رسول
" عربی " (عربی اول تا چہارم) ...	ابو زید
" انگریزی " (" " " ")	فضیل احمد
" عربی چہارم سالاردو	محمد الیاس اکولوی
" " سوم " "	کفیل الرحمان
" " دوم " "	محمد آصف
" " اول " "	عنایت اللہ
" درجہ ہشتم ثانوی خطابت اردو	عبدالحی اثری
" " ہفتم " " "	امتیاز احمد ، کانپور
" " ششم " " "	جمیل احمد

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ انہیں جملہ ذمہ داریوں کو ادا کرکے اپنی تربیت کرنے کی توفیق عنایت فرمائے آمین ۔

سمینار کمیٹی کا اجلاس

انجمن طلبہ قدیم کا اجلاس عام ان شاء اللہ ۲۸ ، ۲۹ ، ۳۰ ، اکتوبر ۱۹۹۳ء کو ہوگا ۔ اس موقع پر ایک سمینار رکھا گیا ہے جسکے سلسلے میں انجمن کی شوریٰ نے ایک کمیٹی بنا دی ہے سمینار کی جملہ ذمہ داریاں اسی کمیٹی کے سپرد ہیں اس کمیٹی کا اجلاس ۲ مئی کو علیگڈھ سلیمان ہال جمو ہال ہاؤس میں رکھا گیا جسمیں صدر انجمن فہیم غازی فلاحی صاحب و سکریٹری انجمن نور محمد فلاحی کے علاوہ عبداللہ فلاحی

(کنوینر سیمینار کمیٹی) اشتیاق دانش فلاحی متعلم، فیضان احمد فلاحی متعلم، معین الدین فلاحی متعلم، منور حسین فلاحی متعلم، صباح الدین ملک فلاحی متعلم، ڈاکٹر شوکت علی فلاحی متعلم، عبدالباری فلاحی متعلم اور علیگڑھ یونٹ کے سکریٹری صباح الدین فلاحی اعظمی صاحب شریک رہے، سیمینار سے متعلق جملہ تفصیلات طے پائیں، ان شاء اللہ مختلف شخصیات اور اداروں کو مدعو کیا جائے گا۔

دو اساتذہ کی منتقلی

مولانا محمد فاروق ندوی صاحب استاذ جامعۃ الفلاح کو ج ا ہ یوپی کی طرف سے سکریٹری منتخب کیا گیا ہے چنانچہ وہ ایک سال کیلئے اس ذمہ داری کو ادا کرنے کیلئے یہاں سے کانپور منتقل ہو گئے ہیں اللہ تعالیٰ انہیں اپنی ذمہ داری کو بحسن وخوبی ادا کرنے کی توفیق دے آمین۔

جامعہ کے ایک دوسرے استاذ مولانا عبدالرؤف صاحب قاسمی منصف اپنی صحت کی خرابی کی وجہ سے اپنے گھر مبارکپور منتقل ہو گئے۔ موصوف ایک عرصہ سے جامعہ میں استاذ کی حیثیت سے درس وتدریس میں مصروف تھے اللہ تعالیٰ انہیں صحت دے اور اپنے دین کا کام لے سکے آمین۔

جامعہ کے استاذ ماسٹر منور علی صاحب کو صدمہ

ماسٹر صاحب جامعہ میں انگلش وجدید علوم کے استاذ ہیں آپ کراکت ضلع جونپور کے رہنے والے ہیں آپ بڑے خوش نصیب ہیں کہ والد محترم کا سایہ آپ کے اوپر سو سال سے زائد رہا آپ کے والد محترم جامعۃ الفلاح بھی تشریف لا چکے تھے سو سال سے زیادہ عمر پاکر بھی بینائی وسماعت میں کوئی فرق نہ آیا تھا ہوش وحواس رکھتے ہوئے اللہ کی فرمانبرداری کرتے ہوئے دار فانی سے ۱۱ اپریل ۲۰۰۴ء کو کوچ کر گئے انا للہ وانا الیہ راجعون اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت میں جگہ دے اور ماسٹر صاحب ودیگر متعلقین کو صبر جمیل عطا کرے آمین۔

انجمن طلبہ قدیم علیگڈھ یونٹ

مسلم یونیورسٹی علیگڈھ میں سو سے زائد ہمارے فلاحی بھائی زیر تعلیم ہیں وہاں وہ اکٹھا ہوتے ہیں اور اپنے پروگرام چلاتے ہیں وہاں کے سکریٹری برادر صباح الدین اعظمی فلاحی نے وہاں کی رپورٹ حوالہ کی جو مندرجہ ذیل ہے۔

ذمہ داران انجمن کی علیگڈھ میں آمد

۱۰ر رمضان المبارک بروز دوشنبہ جامعہ کے تین معزز ومشفق اساتذہ جناب مولانا رحمت اللہ اثری، مولانا نور محمد ومولانا اظہار صاحبان کی آمد پر یونیورسٹی میں مقیم فلاحی طلبہ کی ایک میٹنگ جامع مسجد میں بعد نماز تراویح ۱۰ بجے شب میں ہوئی اس میں تقریباً ۶۰ فلاحی طلبہ نے شرکت کی مولانا رحمت اللہ اثری صاحب نے اپنے تذکیری کلمات میں کہا کہ یہ اسلام کی برکت اور جامعہ کی تربیت کا نتیجہ ہے کہ اس وقت مختلف علاقوں کے طلبہ صرف دینی اخوت اور محبت کی بنیاد پر اس جگہ پر اکٹھا ہیں آپ نے کہا یہاں پر موجود فلاحی برادران کی مزید تعلیمی سرگرمیوں کا محور رضا الٰہی کا حصول ہے نیز مادر علمی میں حاصل تربیت کی روشنی میں اخلاق وکردار کو مزید مستحکم اور بہتر بنانے پر زور دیا یونیورسٹی میں مقیم طلبہ کی علمی وعملی سرگرمیوں پر کا اظہار کرتے ہوئے ان کو مزید جلا بخشنے کی تلقین کی اور پائی جانے والی خامیوں کو دور کرنے کی نصیحت کی۔

تذکیر کے بعد مولانا نور محمد صاحب نے انجمن طلبہ قدیم کے آئندہ ہونے والے کنونشن کے متعلق گفتگو کی مولانا کی گفتگو کے بعد بعض فلاحی برادران نے اپنے خیالات کا اظہار کیا اور اخیر میں جناب مولانا اظہار احمد صاحب نے اختتامی کلمات کہے چونکہ آپ انجمن کے خازن بھی ہیں اس لئے آپ نے فنڈ اکٹھا کرنے کی ضرورت پر زور دیا آپ نے کہا کہ عبادات پر خصوصی توجہ دی جائے کیونکہ یہ عبادات ہی ہمارے لئے زاد سفر ہیں۔

افطار پارٹی و محمد اعظم بیگ فلاحی کو استقبالیہ

۲۰ر مارچ بروز جمعہ فلاحی برادران کی اجتماعی افطار پارٹی حبیب ہال کے ڈائننگ ہال میں ہوئی جس میں تقریباً تمام ہی فلاحی برادران نے حصہ لیا اس وقت یونیورسٹی میں تقریباً ۱۰۰ طلبہ فلاحی موجود ہیں۔

بعد نماز مغرب ایک خصوصی میٹنگ میں حافظ محمد اعظم بیگ کو یونین کے صدر منتخب ہونے پر استقبالیہ دیا گیا برادر مکرم عبیداللہ فہد صاحب نے تذکیری کلمات کہے صدر یونٹ مولانا شوکت فلاحی نے استقبالیہ پڑھا۔ بعد میں اعظم صاحب نے نہایت ہی جذباتی باتیں کہیں

اپنی گفتگو کے دوران آپ کافی آبدیدہ ہو گئے اعظم صاحب نے کہا کہ آپ تمام فلاحی بھائی کئی سالوں سے میری شہ رگ سے بھی قریب رہے ہیں شاید پوری زندگی کوشش کروں پھر بھی ان احسانات کا بدلہ نہیں چکا سکوں گا جو کہ آپ لوگوں نے مجھ پر کیا ہے یہ یونیورسٹی بلحاظ سے ہمارے مادر علمی سے مختلف ہے لیکن میں نے قرآن اور حدیث کی جو تعلیما وہاں حاصل کی ہیں وہاں کے مشفق اساتذہ کی جو تربیت مجھے ملی ہے میں اللہ کی ذات سے امید کرتا ہوں کہ میں اسکا حق ادا کر سکوں گا اسلام پسندی کا بہت زیادہ دعویٰ نہ کرتے ہوئے اس یونیورسٹی میں اگر میں اپنی مسلم ہونے کا عملی ثبوت بھی دے سکا تو یہ بہت بڑی بات ہوگی آپ نے آگے کہا کہ ہم سب مل کر ایک ادارہ بنتے ہیں میں تنہا کچھ نہیں کر سکوں گا اگر آپ سب لوگوں کا تعاون مجھے نہ مل سکے گا اور ساتھ ہی ساتھ سب لوگ مجھے میری ہر لغزش پر روک دیں تاکہ میں خدانخواستہ کسی غلط راستے پر نہ چل سکوں یہ آپ سب لوگوں کا فرض ہے یہ عہدہ جو کہ چند روزہ ہے یہ اقتدار کا نشہ خدانخواستہ مجھے آپ لوگوں سے ہرگز ہرگز دور نہ کر سکے گا اور نہ ہی میں آپ لوگوں کو کبھی اپنے سے دور ہونے دوں گا۔

حافظ محمد اعظم بیگ فلاحی علیگڑھ مسلم یونیورسٹی اسٹوڈنٹس یونین کے صدر منتخب ہوئے ہیں تین مارچ ۱۹۹۶ء کو منعقد انتخاب میں اعظم بیگ کو ۲۲۰۰ سے زائد ووٹوں سے کامیابی ملی جو کہ طلبہ یونین کے انتخاب میں ایک ریکارڈ کامیابی ہے اور اس سے انکی بے پناہ مقبولیت کا اندازہ ہوتا ہے۔

اعظم بیگ اس سے قبل بھی صدارت کے عہدہ کیلئے امیدوار تھے مگر انکا تحریک اسلامی سے تعلق اور دینی طرز و فکر کا حامل ہونا انکے لئے ناکامی کا باعث ہوا لیکن اس انتخاب نے اس خیال کی تردید کر دی کہ اسٹوڈنٹس یونین کے اس اہم منصب پر دینی اور تحریکی فکر رکھنے والوں کا کامیاب ہونا ممکن ہے انکے انتخاب نے اس خیال کی تصدیق کر دی ہے کہ یونیورسٹی کے طلبہ کی اکثریت دینی فکر کو پسند کرتی ہے اور یہ کہ اس کیمپس میں علاقائیت اور ناپسندیدہ عناصر کا کوئی مقام نہیں ہے

حافظ محمد اعظم بیگ نے اپنے انتخابی منشور نیز اپنی تقریروں میں طلبہ کے بنیادی مسائل

کے حل کے ساتھ ساتھ یونیورسٹی میں دینی فکر کی ترویج مسلم کلچر کو فروغ دینے کی کوشش کرنے کا ذکر کیا یونیورسٹی کے اندر داخلوں میں بے ضابطگی کو روکنا علاقائیت اور تشدد پسندی کے رجحانات کے خاتمے کو اپنا فرض اولین قرار دیا۔

حافظ محمد اعظم بیگ کوٹہ راجستھان میں ۱۷ اکتوبر ۱۹۷۳ء کو پیدا ہوئے ابتدائی تعلیم درسگاہ اسلامی کوٹہ میں ہوئی آپ نے جامعۃ الفلاح سے ۱۹۸۸ء میں عالمیت کی ۱۹۹۰ء میں فضیلت کی تکمیل کی اس وقت آپ بی یو ایم ایس فائنل ایئر کے طالب علم ہیں جامعہ میں قیام کے دوران ہی آپ اپنی تحریکی اور تنظیمی سرگرمیوں کی وجہ سے بلریا گنج اور اطراف میں بھی کافی مقبول اور جانے پہچانے تھے دینی و ملی مسائل سے آپکی دلچسپی بیباکی اور جرأت مندی آپکا طرۂ امتیاز تھا جسکی وجہ سے آپ اطراف کی مسلم آبادی میں جانے جاتے تھے انکی انہیں صفات نے ان کو یونیورسٹی میں مقبول عام بنایا اور بہت ہی کم مدت میں آپ طلبہ میں ہردلعزیز ہو گئے۔

استقبالیہ

اسٹوڈنٹس یونین کے صدر حافظ محمد اعظم بیگ صاحب و یونین کے دیگر عہدیداران

السلام علیکم ورحمۃ اللہ

یہ اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا کرم ہے کہ آج اس نے ہمیں یہ موقعہ عنایت فرمایا کہ ہم سب لوگ اس ماہ مبارک میں ایک ساتھ ایک سنت کو ادا کرنے کے لئے جمع ہوئے ہیں اپنی جانب سے اور اپنے تمام ساتھیوں کی جانب سے یونین کے عہدیداران کا استقبال کرتا ہوں انجمن طلبہ قدیم جامعۃ الفلاح کی یونٹ آپ تمام حضرات کو اس شاندار اور تاریخی کامیابی پر جو اللہ تبارک و تعالیٰ نے آپ حضرات کو عطا کی ہے مبارکباد پیش کرتی ہے۔

جامعۃ الفلاح بلریا گنج، اعظم گڑھ میں واقع وہ عظیم الشان ادارہ ہے جو کہ محتاج تعارف نہیں ہے ایک طویل عرصے سے اس ادارہ سے نکلنے والی علم کی کرنوں نے ایک عالم کو منور کر رکھا ہے یہ مدرسہ کوئی روایتی مکتب یا تعلیم گاہ نہیں بلکہ ایک تحریک ہے جس کا نصب العین بہت اعلیٰ ہے یہ ایسے طلبہ کی تعمیر کرتا ہے جو کہ دین کا صحیح علم و شعور رکھ کر جدید دور کی ضروریات سے واقفیت رکھتے ہوئے اسلام کی خدمت کر سکیں ایسے افراد جو کہ بلند نگاہ، دلنواز اور دل سوز و شعور رکھتے ہوئے عقائد پر کمند ڈالنے کا حوصلہ رکھتے ہوں جامعہ سے نکلنے والے طلبہ دینی مزاج رکھتے ہوئے جدید علوم کی تلاش میں سرگرداں ہیں۔ دینی شعور، نظم و ضبط، ڈسپلن کی پابندی، راست گوئی اور اپنے مقاصد کے حصول کے

[illegible] مسلسل انکا طرۂ امتیاز رہا ہے۔

انجمن طلبہ قدیم جامعۃ الفلاح سے فارغ ہونے والے طلبہ کی انجمن ہے ان مقاصد کو حاصل کرنے کے لئے قائم کی گئی ہے جو کہ جامعہ کا نصب العین ہے، انجمن کی یو۔اے۔ایم۔یو۔ یونٹ ۱۱۰ قدیم طلبہ فلاح پر مشتمل ہے۔

ہمارے لئے یہ بات باعث فخر ہے کہ اس انجمن کے ایک فرد کو یونیورسٹی کے طلبہ نے اس قابل پایا کہ انکو اپنا نمائندہ بنا کر یونین کی کرسی صدارت پر فائز کریں، ہمیں اس بات پر کوئی حیرت نہیں کہ حافظ محمد اعظم بیگ فلاحی اس وقت طلبہ یونین کے صدر ہیں، جو بات ہمارے لئے باعث مسرت ہے وہ یہ کہ انکو ان بنیادوں پر منتخب کیا گیا ہے جو کہ کسی قائد کیلئے ایک امتیازی وصف ہوتا ہے غیر علاقائیت، صداقت، بے باکی باطل کے آگے نہ جھکنے کا عزم، طلبہ یونیورسٹی، قوم، ملت کے لئے کچھ کر گزرنے کا ارادہ یہ وہ بنیادیں تھیں جن پر کہ انکا انتخاب ہوا ہے

اعظم بیگ صاحب اس وقت ہمارے درمیان موجود ہیں، یہاں پر موجود فلاحی بھائیوں میں کچھ انکے محترم و معزز ہیں وہیں ایک بڑی تعداد انکے چھوٹے بھائیوں کی ہے جنکی نگاہیں آپ کے تئیں کس محبت اور اپنائیت سے دیکھ رہی ہیں انکو الفاظ میں بیان نہیں کیا جا سکتا۔

لیکن اعظم بیگ یہ راہ مقدس گواہ ہے کہ اب تم ایک انجمن ہو، تمہاری حیثیت اب بدل چکی ہے، بہت سی ذمہ داریوں کو پورا کرنا ہے، نئے نئے لوگوں سے واسطہ ہے قدم قدم پر آزمائشیں ہیں، ایک عالم کی نگاہیں تم پر لگی ہوئی ہیں، زیادہ تر اس خیال سے کہ تم کہیں لغزش کر دو اور وہ چیک لیں، لیکن اعظم بیگ وہ مادر علمی جہاں تم نے اپنی زندگی گزارنے کا سلیقہ سیکھا ہے، جہاں سے تم نے راست گوئی، صداقت اور بیباکی کا درس پایا ہے، آج تمہاری طرف نظریں اٹھائے ہوئے ہے۔ وہاں کے ذرے ذرے تمہاری طرف دیکھ رہے ہیں، تم کو انکا حق رکھنا ہے، تمہیں انکی لاج رکھنی ہے، منزل بہت طویل ہے، راستہ بہت کٹھن ہے، آزمائشیں شدید ہیں، لیکن جو حوصلہ، جو ہمت، جو بانکپن، جو سلیقہ تم نے اپنی مادر علمی سے سیکھا ہے، وہ تمہارے لئے مشعل راہ اور زاد راہ ہیں، تمہیں اپنے سے ہی نہیں بلکہ اپنے ان بھائیوں

کیلئے بھی مثال قائم کرنا ہے، جو کہ اس وقت اس مجلس میں ہیں، اور جو آئندہ آنے والے ہیں، تمہیں انکی امیدوں پر پورا اترنا ہے، کہیں ایسا نہ ہو ایسا کہتے ہوئے میری زبان کانپ جاتی ہے لیکن نہیں میں نہیں کہہ سکتا مجھے یقین ہے جیسے اس بات پر یقین ہے کہ کل صبح ہوگی تو سورج ضرور نکلے گا کہ تم صداقت، ریاضت، عدالت، اور دیانت کا سبق نہیں بھولے جو کہ تم نے اس مادر علمی میں قدم قدم پر سیکھا ہے، اور انشاء اللہ کبھی نہیں بھولو گے، جب بھی تمہیں ضرورت پڑے گی تمہارے یہ بھائی تمہارے لئے سب کچھ نچھاور کرنے کیلئے تیار ہیں:

دہلی یونٹ

دہلی میں فلاحی بھائیوں کی تقریباً ۶۰ کی تعداد ہے، جن میں زیادہ تر تو زیر تعلیم ہیں اور کچھ درس و تدریس کے علاوہ دوسری مصروفیات میں مصروف ہیں وہ آپس میں بھی بیٹھتے ہیں اور اپنے بیچ کچھ غور و فیصلے بھی کرتے ہیں۔

نیچے وہاں کی مختصر رپورٹ پیش خدمت ہے:

۴ مارچ ۱۹۹۲ء بروز جمعہ بعد نماز مغرب جامعہ ملیہ اسلامیہ کی جامع مسجد میں دہلی یونٹ کی ایک میٹنگ منعقد ہوئی جس میں فارغین جامعہ کثیر تعداد میں شریک ہوئے، اس میں جو امور باتفاق رائے طے پائے وہ حسب ذیل ہیں:

۱۔ ہر سال کی طرح صدر اور سکریٹری کا انتخاب عمل میں آیا عبد الباری فلاحی (جامعہ ہمدرد) کو صدر، محمد اکرم اور عبد اللہ کو سکریٹری کی حیثیت سے منتخب کیا گیا۔

۲۔ یہ بھی طے پایا کہ ہر ماہ ایک میٹنگ منعقد ہوگی جسکی تاریخ اور دن کا تعین صدر کی صوابدید پر ہوگا۔

۳۔ میٹنگ کے انعقاد کی صحیح تاریخ کے بارے میں اطلاع بذریعہ خط یا بذریعہ ٹیلیفون دی جائیگی

۴۔ اگر کوئی شخص بغیر کسی شرعی عذر کے لگاتار دو میٹنگ میں شرکت نہیں کرتا ہے تو اسے سزا دی جائے گی عذر کی اطلاع صدر یا سکریٹری کو بذریعہ خط یا ٹیلیفون دینا ضروری ہے:

۵۔ ہر فلاحی کے لئے لازم ہوگا کہ وہ ہر ماہ دس روپئے جمع کرے جو حضرات برسر روزگار ہو جائینگے وہ اپنی آمدنی کے مطابق مزید تعاون دیں گے، انکے علاوہ اس میں اضافہ کے لئے مخصوص اصحاب خیر سے ربط رکھنا ہوگا۔

۶۔ مقصود رقم سے ضرورتمند، دور نادار فلاحی طلبہ کی مدد کی جائے گی، اور بوقت ضرورت قرض کی شکل میں بھی دیا جائے گا:

۷۔ انجمن طلبہ قدیم جامعۃ الفلاح کے صدر اور سکریٹری سے ربط رکھنے، ان سے اور دیگر فلاحیوں سے خط و کتابت کرنے، کسی معزز مہمان کی آمد، کسی فلاحی کو الوداعیہ دینے اور اسی طرح کے دیگر اہم اور مناسب مواقع پر جو اخراجات ہونگے انکی فراہمی دہلی یونٹ پر ہوگی:

۲۷ اپریل ۹۳ء بروز سوموار بعد نماز مغرب سابقہ مقام پر دہلی یونٹ کی دوسری میٹنگ ہوئی اس میں بشمول صدر و سکریٹری ۹ افراد شریک ہوئے جبکہ فلاحیوں کی تعداد دہلی میں ۱۰ ہے

اسی مجلس شوریٰ طلبہ قدیم کے رپورٹ کی خواندگی ہوئی، فارم معلومات پُر کیا گیا

نیا تقرر اس ماہ برادر ظفر احمد فلاحی کی خدمات جامعہ نے شعبہ ابتدائی کیلئے حاصل کی ہیں انشاء اللہ ہمیں بیش از بیش خدمت کی توفیق دے۔ واضح رہے کہ برادر موصوف نے اس سے قبل بھی کچھ دنوں تک تعلیمی خدمات انجام دی ہیں۔

بقیہ تعارف و تبصرہ

نیچے تحریر کیا گیا ہے

ایک قابل لحاظ امر یہ بھی ہے کہ نصابی کتب میں معروف اور رائج چیزوں کا ذکر ہونا چاہئے نہ کہ مجہول اور شاذ کا۔ بعض جگہوں پر اس کی رعایت نہیں کی گئی ہے مثلاً صفحہ ۴۹ پر لفظ "دَلَّ" کا مصدر "دِلَالَۃ" لکھا گیا ہے جو مرجوح اور شاذ ہے بعض لغات میں تو یہ ہے ہی نہیں۔ بعض نے لکھا ہے لیکن "دَلَالَۃ" کو بہتر قرار دیا ہے۔ مثلاً صاحب لسان العرب نے دونوں مصادر کا تذکرہ کرنے کے بعد لکھا ہے کہ "والفتح اعلیٰ"

ضروری تصحیح

ماہ اپریل ۹۳ء کے شمارے میں مضمون "مولانا فراہیؒ اور تعلیم" کے اندر صفحہ ۱۳ پر سولہویں سطر میں جملہ ہے "یہی وجہ ہے کہ جب جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کا قیام عمل میں آیا تو بحیثیت ..." اس عبارت کی یوں تصحیح فرمالیں "یہی وجہ ہے کہ جب ۱۹۶۲ء میں جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کے قیام کی تجویز سامنے آئی تو بحیثیت ..." (بقیہ تفصیلات کیلئے "حیات شبلی" سے رجوع کریں)

"قائد تحریک اسلامی ہند نمبر" کا دوسرا ایڈیشن

مولانا ابواللیث صاحبؒ اصلاحی ندوی کے حالات زندگی اور خدمات پر مشتمل "حیات نو" کی خصوصی پیشکش "قائد تحریک اسلامی ہند نمبر" ضروری تصحیح کے بعد دوبارہ منظر عام پر آچکا ہے۔ خواہش مند حضرات جلد رابطہ قائم کریں۔

قیمت: ۱۵ روپئے

"مولانا سید حامد حسین نمبر"

ماہنامہ "حیات نو" کی خصوصی پیشکش "مولانا سید حامد حسین" نمبر کے کچھ شمارے دفتر میں موجود ہیں، خواہشمند حضرات اس کی قیمت ۱۶ روپے بھیج کر حاصل کر سکتے ہیں۔

شرح اشتہارات

آخری صفحہ ٹائٹل	۱۰۰۰
اندرونی صفحہ ٹائٹل	۶۰۰
آخری صفحہ ٹائٹل (اندرونی)	۶۰۰
پورا صفحہ اندرونی	۵۰۰
نصف صفحہ "	۲۵۰
چوتھائی صفحہ "	۱۵۰

پتہ: منیجر "حیات نو" جامعۃ الفلاح، بلریا گنج اعظم گڑھ یوپی ۲۷۶۱۲۱